بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ

نضر الله امرأ سمع منا حديثا فحفظه حتى يبلغه

صفر ۱۴۳۶ھ
دسمبر 2014ء

شمارہ نمبر
124

ماہنامہ اشاعۃ الحدیث حضرو

بانی

محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

- اسلام و جہاد کے ارکان
- شذرات الذہب
- جرابوں پر مسح اور آلِ دیوبند
- کھڑے ہو کر جوتے پہننے جائز ہے
- ظہور احمد حضروی کی دروغ گوئی یا ہیرا پھیری

مکتبۃ الحدیث
حضرو، اٹک : پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ

نَضَرَ اللّٰہُ امْرَءًا سَمِعَ مِنَّا حَدِیْثًا فَحَفِظَہٗ حَتّٰی یُبَلِّغَہٗ

ماہنامہ اشاعۃ الحدیث حضرو

124

جلد: 11 | صفر ۱۴۳۶ھ دسمبر ۲۰۱۴ء | شمارہ: 12

بانی: محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

مدیر: حافظ ندیم ظہیر

معاون مدیر: نصیر احمد کاشف

اس شمارے میں

قیمت

فی شمارہ : 30 روپے

سالانہ : 500 روپے

مع محصول ڈاک پاکستان

خط کتابت

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

ناشر: حافظ شیر محمد الاثری

0300-5288783

مقامِ اشاعت: مکتبۃ الحدیث حضرو - ضلع اٹک

احسن الحدیث
حافظ ندیم ظہیر

تفسیر سورۂ مائدہ (آیت: ۱۵۔۱۶)

﴿ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَكُمْ كَثِیْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ یَعْفُوْا عَنْ كَثِیْرٍ ۬ؕ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ۟ۙ یَّهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَ یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَ یَهْدِیْهِمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۟ ﴾

''اے اہل کتاب بلاشبہ تمھارے پاس ہمارا رسول آیا ہے جو تمھارے لیے بکثرت ان باتوں میں سے کھول کر بیان کرتا ہے جو تم کتاب میں سے چھپاتے تھے اور بہت سی باتوں سے درگزر کرتا ہے، بے شک تمھارے پاس اللہ کی طرف سے ایک روشنی اور واضح کتاب آ گئی ہے۔ جس کے ساتھ اللہ ان لوگوں کو سلامتی کی راہیں دکھاتا ہے جو اس کی رضا مندی کی پیروی کریں اور انھیں اپنے حکم سے اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے اور انھیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔'' (۵/ المائدۃ: ۱۵۔۱۶)

فقہ القرآن:

- ﴿ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا ﴾ اَلْکِتَاب اسم جنس ہے جو اَلْکُتُب کے معنی میں ہے، یعنی تمام اہل کتاب مخاطب ہیں اور رَسُوْلُنَا سے مراد محمد ﷺ ہیں۔

(الجامع لأحکام القرآن للقرطبی ۷/ ۳۸۵)

- اللہ رب العزت نے اپنے رسول محمد ﷺ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ تمام اہل زمین کی طرف بھیجا خواہ وہ عربی ہوں یا عجمی، اُمی ہوں یا کتابی، نیز آپ کو معجزے اور واضح دلائل بھی عطا فرمائے۔

- ﴿ یُبَیِّنُ لَكُمْ كَثِیْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ ﴾ یعنی نبی کریم ﷺ بہت سی ایسی باتیں کھول کر بیان کرتے ہیں جو یہود و نصاریٰ چھپاتے ہیں یا تحریف کر چکے ہیں اور خود ساختہ تاویلیں کر کے اپنے مطلب و مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ پر بہتان

باندھتے ہیں۔

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''جس نے رجم کا انکار کیا تو (گویا) اس نے لاعلمی میں قرآن کا انکار کیا (ایک روایت کے مطابق اس نے (اللہ) رحمٰن کا انکار کیا) اور اس میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ یَاَھْلَ الْکِتٰبِ قَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَکُمْ کَثِیْرًا مِّمَّا کُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْکِتٰبِ ﴾ چنانچہ اس آیت میں اسی رجم کے چھپانے کا ذکر ہے۔'' (السنن الکبری للنسائی : ۷۳۲٤ وصححہ ابن حبان: ٤٤٣٠ والحاکم (٤/ ۳٥۹) ووافقہ الذہبی، وسندہ حسن)

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک یہودی مرد اور ایک عورت کو لایا گیا جنھوں نے زنا کیا تھا۔ آپ نے ان سے فرمایا: ((مَا تَجِدُوْنَ فِی کِتَابِکُمْ)) ''تم اپنی کتاب میں اس بارے میں کیا (حکم) پاتے ہو؟'' انھوں نے کہا: ہمارے علماء نے اس کی سزا چہرے کو سیاہ اور گدھے پر سوار کرنا تجویز کی ہے۔ سیّدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! ان (کے علماء) کو تورات سمیت بلائیں۔ جب تورات لائی گئی تو ان میں سے ایک نے رجم کی آیت پر ہاتھ رکھ لیا اور آگے پیچھے سے پڑھنا شروع کر دیا۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: اپنا ہاتھ ہٹاؤ۔ (جب اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا تو) آیتِ رجم اس کے ہاتھ کے نیچے سے نکلی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو وہ دونوں رجم کر دیے گئے۔ (صحیح البخاری : ٦٨١٩) جو لوگ دورِ حاضر میں رجم وغیرہ کا انکار کرتے ہیں یا اسے چھپاتے ہیں، ان کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ وہ کن کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں؟

❀ ﴿ وَ یَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ ﴾ یعنی وہ چھوڑ دیتا ہے اور اسے کھول کر بیان نہیں کرتا کیونکہ وہ صرف اس بات کو بیان کرتا ہے جو اس کی نبوت پر حجت اور اس کی صداقت و رسالت پر دلالت کرتی ہے جس چیز کے بیان کی ضرورت نہیں وہ اسے چھوڑ دیتا ہے۔ (الجامع لأحکام القرآن للقرطبی ۷/ ۳۸٥)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی ایسی باتوں کو بیان نہیں فرمایا جنھیں بیان کرنا حکمت کا تقاضا نہیں تھا۔

❀ ﴿ قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ﴾ ''بلاشبہ تمھارے پاس اللہ کی

طرف سے ایک روشنی اور واضح کتاب آئی ہے۔'' آیت میں مذکور ﴿ نُوْرٌ ﴾ کی تفسیر میں مفسرین کے درج ذیل اقوال ہیں:

1 نور سے مراد قرآن مجید ہی ہے کیونکہ یہاں واؤ عاطفہ تفسیر کے لیے ہے جو ﴿ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴾ ہے اور یہ بعد والی آیت سے بھی واضح ہو رہا ہے۔ کیونکہ اس میں يَهْدِي بِهِمَا کے بجائے يَهْدِي بِهِ ہے۔ علاوہ ازیں کئی مقامات پر قرآن مجید کو نور قرار دیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ النُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ﴾ ''پس تم اللہ اور اس کے رسول اور اس نور پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا۔'' (٦٤/ التغابن : ٨)

نیز فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ﴾ ''اے لوگو! بلاشبہ تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک برہان (دلیل) آئی ہے اور ہم نے تمھاری طرف ایک واضح نور نازل کیا ہے۔'' (٤/ النساء . ١٧٤)

2 نور سے مراد اسلام ہے۔ (الجامع لأحكام القرآن ٧/ ٣٨٦، تفسير بغوى ١/ ٦٥٤)

3 نور سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں۔ (مختصر تفسير القرطبى لأبي يحيىٰ التجيبي ص ١١٠، تفسير قرطبى ٧/ ٣٨٦، تفسير بغوى ١/ ٦٥٤) یعنی آپ نورِ ہدایت ہیں۔

امام ابن جریر الطبری رحمہ اللہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اہل کتاب میں سے تورات و انجیل والوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں: بلاشبہ تمھارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا، یعنی محمد ﷺ جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے حق کو روشن کیا، اسلام کو ظاہر کیا اور (کفر و) شرک کو مٹایا۔ آپ اس کے لیے نور ہیں جو روشنی حاصل کرنا چاہے آپ حق کو کھول کر بیان کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ یہودیوں کو بہت سی وہ باتیں کھول کر بیان کر دیتے جو وہ کتاب میں سے چھپا دیتے تھے۔ کتاب مبین (بھی) تمھارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا نور آیا ہے جس نے تمھارے لیے حق کی علامات کو روشن کیا، یعنی وہ کتاب جس نے

ان باتوں کو بیان کیا جس میں ان کا اختلاف تھا جیسے اللہ کی توحید، حلال وحرام اور شرائع دینیہ (وغیرہ) اور وہ (کتاب) قرآن مجید ہے جسے ہم نے اپنے نبی محمد ﷺ پر نازل کیا۔ (جامع البیان للطبری ٤/ ٤٣٨ ، ٤٣٩) جن مفسرین کے نزدیک بھی نور سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں وہ محض نورِ ہدایت ہیں نہ کہ ''نور من نور اللہ'' والا خود ساختہ عقیدہ! جیسا کہ امام طبری رحمہ اللہ کی عبارت سے واضح ہے۔

بریلویوں کے مشہور عالم غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں: ''ان تمام آیات میں تصریح ہے کہ نبی ﷺ بشر، انسان اور مرد ہیں لیکن آپ افضل البشر، انسان کامل اور سب سے اعلیٰ مرد ہیں، اور اگر نور سے مراد نورِ ہدایت لیا جائے تو ان آیتوں میں کوئی تعارض اور تضاد نہیں ہے اور اکثر مفسرین نے نور ہدایت ہی مراد لیا ہے۔'' (تبیان القرآن ٣/ ١٣٧)

❀ ﴿يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ﴾ یعنی جس شخص کا مطلوب رضا الٰہی اور دینِ حق کی پیروی کرنا ہے۔ اس کے لیے یہ کتاب راہ ہدایت دکھاتی ہے، مگر جنھوں نے نظر واستدلال کو چھوڑ کر اپنا دین ہی بزرگوں کی تقلید کو بنالیا ہے وہ اس کی ہدایت سے مستفیض نہیں ہوسکتے۔ (اشرف الحواشی ص ١٣٣)

اللہ رب العزت اس کتاب کے ذریعے سے انھی لوگوں کو ہدایت دیتا ہے جو اس کی رضا کے حریص ہوں، پھر اس کے حصول کی کوشش کریں، نیز اللہ تعالیٰ انھیں سلامتی کی راہیں بھی دکھاتا ہے۔

❀ ﴿وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ﴾ یعنی انھیں کفر کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان کی روشنی کی طرف، جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر علم کی روشنی کی طرف، گناہوں کے اندھیرے سے نکال کر اطاعت وفرمانبرداری کے اُجالے کی طرف اور غفلت کی تاریکیوں سے نکال کر بیداری وذکر الٰہی کی روشنی کی طرف لاتا ہے۔

❀ ﴿وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ اللہ تعالیٰ اپنی رضا مندی کی پیروی کرنے والوں کو صراط مستقیم کی ہدایت عطا فرماتا ہے اور صراط مستقیم میں اللہ تعالیٰ انھیں علم حق اور اس پر عمل کی توفیق دیتا ہے۔

تحقیق وتخریج: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ
ترجمہ وفوائد: حافظ ندیم ظہیر

اضواء المصابیح

فقہ الحدیث

۴۹۲: وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ: بَیْنَمَا نَحْنُ فِی الْمَسْجِدِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اِذْ جَآءَ اَعْرَابِیٌّ، فَقَامَ یَبُوْلُ فِی الْمَسْجِدِ، فَقَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ: مَہْ مَہْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((**لَا تُزْرِمُوْہُ، دَعُوْہُ**)) فَتَرَکُوْہُ حَتّٰی بَالَ، ثُمَّ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ دَعَاہُ، فَقَالَ لَہُ: ((**اِنَّ ھٰذِہِ الْمَسَاجِدَ لَا تَصْلُحُ لِشَیْءٍ مِّنْ ھٰذَا الْبَوْلِ وَالْقَذَرِ، اِنَّمَا ھِیَ لِذِکْرِ اللّٰہِ، وَالصَّلٰوۃِ، وَقِرَاءَۃِ الْقُرْآنِ**)) اَوْ کَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: وَاَمَرَ رَجُلاً مِّنَ الْقَوْمِ، فَجَآءَ بِدَلْوٍ مِّنْ مَّآءٍ، فَسَنَّہُ عَلَیْہِ. مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ.

سیّدنا انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ہم مسجد میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اس اثنا میں ایک دیہاتی آیا اور اس نے کھڑے ہو کر مسجد میں پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے کہا: رک جا، رک جا (کیا کر رہے ہو؟) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس کا پیشاب مت روکو، اسے چھوڑ دو۔'' چنانچہ انھوں نے اسے چھوڑ دیا حتیٰ کہ اس نے پیشاب کر لیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے اسے بلایا اور فرمایا: ''بلاشبہ یہ مساجد اس طرح پیشاب یا کسی اور گندگی کے لیے نہیں ہیں، یہ تو اللہ عزوجل کے ذکر، نماز اور تلاوتِ قرآن کے لیے ہیں۔'' یا جو بھی الفاظ رسول اللہ ﷺ نے فرمائے۔ (راوی نے) کہا: پھر آپ نے لوگوں میں سے کسی شخص کو حکم دیا، وہ پانی کا ڈول لے کر آیا اور اسے اس پر بہا دیا۔ (متفق علیہ)

تخریج: صحیح مسلم: ۱۰۰/ ۲۸۵، صحیح البخاری میں یہ روایت نہیں ملی۔ واللہ اعلم

فقہ الحدیث:

1. اس حدیث کے تفصیلی فوائد کے لیے دیکھئے حدیث سابق: ۴۹۱۔
2. علامہ شرف الدین الطیبی رحمہ اللہ نے فرمایا: "لَا تُزْرِمُوا ......، أَيْ: لَا تَقْطَعُوْا

عَلَيْهِ بَوْلَهُ"

لَا تُزْرِمُوْا سے مراد یہ ہے کہ تم اس پر اس کے پیشاب کو نہ روکو۔ (الکاشف عن حقائق السنن ۲/ ۱۳۱) زَرِمَ يَزْرَمُ زَرْمًا: کٹ جانا، منقطع ہونا، جیسے زَرِمَ الْبَوْلُ: پیشاب رک جانا، وغیرہ۔

3 نبی کریم ﷺ بہت زیادہ شفیق اور حکیم تھے، درج بالا حدیث میں دیہاتی کو پیشاب سے نہ روکنے میں حکمت کے دو پہلو نمایاں ہیں:

- طبی نقطہ نظر سے یہ مسلّم ہے کہ پیشاب کو کسی بھی صورت روکنا کئی بیماریوں کا ذریعہ ہے۔
- پیشاب کی رخصت سے دیہاتی نے مسجد کا صرف ایک حصہ ناپاک کیا، اگر اسے روکنے کی مزید کوشش کی جاتی تو ممکن ہے کہ وہ بھاگنے پر مجبور ہو جاتا جس سے مسجد کے دوسرے حصے بھی متاثر ہوتے، اسی طرح اس کے کپڑے بھی ناپاک ہو جاتے۔

4 مساجد میں گندگی وغیرہ پھیلانا جائز نہیں، نیز مساجد کی صفائی ستھرائی باعثِ اجر و ثواب ہے۔

5 ذکرِ الٰہی، نماز اور تلاوتِ قرآن مجید کا اہتمام پاک صاف مقامات پر کرنا چاہیے۔

6 بعض علماء کے نزدیک "أَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ" راوی کا شک ہے، مثلاً دیکھئے: شرح الطیبی (۲/ ۱۳۲) مرقاۃ المفاتیح (۲/ ٤٦٢) مرعاۃ المفاتیح للمبارکفوری (۲/ ۱۹۳) وغیرہ، لیکن ہمارے نزدیک راجح یہی ہے کہ یہ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا اسلوبِ بیان ہے، جیسا کہ امام محمد سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا: انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) جب رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث بیان کرتے تو اس سے فارغ ہونے کے بعد فرماتے: "أَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ" یا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ (مسند احمد ۳/ ۲۰۵، سنن ابن ماجه: ۲٤ وسنده صحيح)

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اس روایت پر بایں الفاظ باب قائم کیا ہے: "بَابُ التَّوَقِّي فِي الْحَدِيْثِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ" یعنی رسول اللہ ﷺ سے روایتِ حدیث میں

احتیاط کا بیان۔ جس سے واضح ہوجاتا ہے کہ "أَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ" محض احتیاط کے پیشِ نظر کہا جاتا ہے نہ کہ شک کی بنا پر۔ واللہ اعلم

علاوہ ازیں کتب اصول حدیث میں یہ مقرر ہے کہ اگر روایۃ بالمعنی بیان کی جائے تو اس کے آخر میں "أَوْ كَمَا قَالَ" کہنا مستحب ہے۔

۴۹۳: وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِىْ بَكْرٍ قَالَتْ: سَأَلَتِ امْرَاَةٌ رَّسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَرَءَ يْتَ اِحْدٰنَا اِذَا اَصَابَ ثَوْبَهَا الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ، كَيْفَ تَصْنَعُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: **((اِذَا اَصَابَ ثَوْبَ اِحْدٰكُنَّ الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ فَلْتَقْرُصْهُ، ثُمَّ لِتَنْضَحْهُ بِمَآءٍ، ثُمَّ لِتُصَلِّ فِيْهِ))** . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

سیّدہ اسماء بنت ابی بکر (رضی اللہ عنہما) کا بیان ہے، ایک عورت نے سوال پوچھنے کی غرض سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ بتایئے کہ جب ہم میں سے کسی کے کپڑے کو حیض کا خون لگ جائے تو وہ کیا کرے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کے کپڑے کو حیض کا خون لگ جائے تو وہ اسے (انگلیوں کے اطراف یا ناخن سے) کھرچ ڈالے، پھر اس کو پانی سے دھوئے اور اس میں نماز پڑھ لے۔'' (متفق علیہ)

تخریج: صحیح البخاری : ۳۰۷، صحیح مسلم : ۱۱۰/ ۲۹۱ .

فقہ الحدیث:

1. حیض کا خون نجس ہے۔ اگر کپڑوں کو لگ جائے تو انھیں دھونا چاہیے۔
2. مختلف نجاستوں کو مختلف طریقوں سے پاک کرنا ثابت ہے، جیسے جوتے زمین پر رگڑنے سے پاک ہوجاتے ہیں۔ (سنن ابی داود: ۶۵۰ وسندہ صحیح) لہٰذا جس نجاست کی پاکی کے لیے جو طریقہ وارد ہے وہی اختیار کرنا چاہیے نہ کہ اِدھر اُدھر کے دلائل سے مسلکی موقف کو تقویت پہنچانے کے درپے ہونا چاہیے۔
3. تمام دلائل کو مدنظر رکھتے ہوئے راجح یہی ہے کہ خونِ حیض کو (کھرچنے کے بعد) پانی ہی سے دھویا جائے۔ بعض الناس کے نزدیک چونکہ ہر مائع طاہر سے نجاست زائل

ہو جاتی ہے، اس لیے وہ حیضِ خون کو صاف کرنے کے لیے بھی پانی کو ضروری نہیں سمجھتے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم (ازواج رسول) میں سے کسی کے پاس صرف ایک ہی کپڑا ہوتا تھا، اسی میں ایام حیض گزرتے تھے۔ اگر اس پر کوئی خون کا دھبہ لگ جاتا تو وہ اسے اپنے تھوک سے گیلا کرتی، پھر اسے مل دیتی تھی۔ (صحیح البخاری: ۳۱۲، سنن ابی داود: ۳۵۸ وسنده صحیح)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے یہ احتمال پیش کیا کہ ممکن ہے وہ بعد میں پانی سے دھو لیتی ہوں۔ دیکھئے فتح الباری (۱/ ۳۲۱)

ان کے جواب میں غلام رسول سعیدی بریلوی نے لکھا: ''میں کہتا ہوں: اس حدیث میں بعد میں پانی سے دھونے کا ذکر نہیں ہے، لہٰذا فقہاء احناف کا اس حدیث سے استدلال درست ہے اور حافظ ابن حجر کا حدیث میں احتمال نکال کر جواب دینا، باطل اور مردود ہے۔''

(نعمة الباری ۱/ ۶۷۷)

ہمارے نزدیک حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا احتمال بالکل درست ہے کیونکہ یہاں محض عدم ذکر ہے جو نفی ذکر کو مستلزم نہیں، بالخصوص خونِ حیض دھونے کے بارے میں جب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا فتویٰ بھی ہو۔ معاذہ العدویہ رحمہا اللہ (ثقہ تابعیہ) سے روایت ہے کہ ایک عورت نے سیّدہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے کپڑے پر (حیض کے) خون کے چھینٹوں سے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: اسے پانی کے ساتھ دھو، کیونکہ پانی (ہی) اسے پاک کرنے والا ہے۔

(المصنف لابن ابی شیبة ۱/ ۹۵، ۹۶ ح ۱۰۲۵ وسنده صحیح)

تنبیہ: (۱) مصنف ابن ابی شیبہ کے کئی نسخوں میں معاذہ کی بجائے معاذ لکھا ہوا ہے جس کی اصلاح ہم نے کتب اسماء الرجال سے کی ہے۔

(۲) عبدالوہاب الثقفی ثقہ مختلط ہیں۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں: ان کا تغیر (اختلاط) ان کی حدیث کے لیے مضر نہیں کیونکہ انھوں نے حالتِ اختلاط میں کوئی حدیث بیان نہیں کی۔ (میزان الاعتدال ۴/ ۲۱)

معلوم ہوا کہ احناف کا اس روایت کو اپنے موقف میں پیش کرنا درست نہیں، کیونکہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا فتویٰ حافظ ابن حجر کے احتمال اور ہمارے ذکر کردہ راجح موقف کی تائید کر رہا ہے۔ وللّٰہ الحمد

4 اگر کھرچنے اور دھونے کے بعد بھی داغ باقی رہ جائے تو کوئی حرج نہیں، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((یَکْفِیْكِ الْمَاءُ وَلَا یَضُرُّكِ أَثَرُہُ)) ''پانی (سے دھولینا) کافی ہے، اس کا داغ تجھے کوئی نقصان نہیں دے گا۔'' (سنن ابی داود: ۳۶۵، السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/ ۴۰۸ وھو حسن)

5 ازالۂ نجاست کے لیے (پانی استعمال کرنے میں) عدد شرط نہیں، بلکہ مقصود صفائی و پاکیزگی ہے، خواہ وہ کئی مرتبہ دھونے سے حاصل ہو۔ دیکھئے شرح النووی (۱/ ۲۲۳)

۴۹۴: وَعَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ یَسَارٍ قَالَ: سَاَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْمَنِيِّ یُصِیْبُ الثَّوْبَ، فَقَالَتْ: كُنْتُ اَغْسِلُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَیَخْرُجُ اِلَی الصَّلٰوةِ وَاَثَرُ الْغَسْلِ فِیْ ثَوْبِهٖ. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

سلیمان بن یسار (رحمہ اللہ) کا بیان ہے، میں نے سیّدہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے منی کے بارے میں پوچھا جو کپڑے کو لگ جاتی ہے تو انھوں نے فرمایا: میں اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے دھویا کرتی تھی، پھر آپ (اسی کپڑے میں) نماز کے لیے تشریف لے جاتے، جبکہ دھونے کا نشان آپ کے کپڑے پر موجود ہوتا تھا۔ (متفق علیہ)

تخریج: صحیح البخاری: ۲۳۰، صحیح مسلم: ۱۰۸/ ۲۸۹.

۴۹۵: وَعَنِ الْاَسْوَدِ وَهَمَّامٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كُنْتُ اَفْرُكُ الْمَنِيَّ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

اسود (بن یزید بن قیس) اور ہمام (نخعی رحمۃ اللہ علیہما) سے روایت ہے کہ سیّدہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کھرچ دیتی تھی۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

تخریج: صحیح مسلم: ۱۰۶/ ۲۸۸.

٤٩٦: وَ بِـرِوَايَةِ عَـلْـقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ نَحْوُهُ، وَ فِيْهِ: ثُمَّ يُصَلِّيْ فِيْهِ .

علقمہ اور اسود (رحمۃ اللہ علیہما) کی روایت سیّدہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے اسی طرح مروی ہے اور اس میں (یہ اضافہ) ہے: پھر آپ اس کپڑے میں نماز پڑھتے تھے۔

تخریج: صحیح مسلم : ١٠٥/ ٢٨٨ .

فقہ الحدیث:

1. مذکورہ بالا تینوں روایتیں منی سے متعلق ہیں جن سے واضح ہے کہ اگر کپڑے کو منی لگ جائے تو اسے اچھی طرح صاف کر کے دھویا جائے گا۔
2. انھیں روایتوں کو بنیاد بنا کر کسی نے منی کو پاک کہا تو کسی نے ناپاک کہا، چنانچہ محمد تقی عثمانی دیو بندی کہتے ہیں: ''منی کی نجاست وطہارت کے بارے میں اختلاف ہے، اس میں حضرات صحابہ کے دور سے اختلاف چلا آ رہا ہے، صحابہ کرام میں سے حضرت ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ اور ائمہ میں سے امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک منی طاہر ہے......'' (درس ترمذی ١/ ٣٤٦)
3. جمہور اہل حدیث کے نزدیک منی ناپاک ہے۔ مولانا عبدالرحمٰن محدث مبارکپوری رحمہ اللہ کے نزدیک منی نجس ہے۔ دیکھئے تحفۃ الاحوذی (١/ ٣٩١) مولانا محمد رئیس ندوی رحمہ اللہ بھی منی کو ناپاک و نجس ہی لکھتے ہیں۔ (ضمیر کا بحران ۳۰۹، ۳۱۰) وغیرہ
4. مزید تفصیل کے لیے دیکھئے استاذ محترم حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی کتاب: فتاویٰ علمیہ (۱/۲۱۰-۲۱۲)

٤٩٧: وَعَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ: اَنَّهَا اَتَتْ بِابْنٍ لَّهَا صَغِيْرٍ لَّمْ يَاْكُلِ الطَّعَامَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَاَجْلَسَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حِجْرِهِ، فَبَالَ عَلٰى ثَوْبِهِ، فَدَعَا بِمَاءٍ، فَنَضَحَهُ، وَلَمْ يَغْسِلْهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

سیّدہ ام قیس بنت محصن (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ وہ اپنے شیر خوار چھوٹے بیٹے کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس (بچے) کو اپنی گود میں بٹھالیا تو اس نے آپ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا۔ آپ نے پانی منگوا کر اس پر چھڑک دیا اور اسے دھویا نہیں۔ متفق علیہ

تخریج: صحیح البخاری : ۲۲۳ ، صحیح مسلم : ۱۰۳ / ۲۷۸

فقہ الحدیث:

1. نبی کریم ﷺ چھوٹے بچوں سے بہت زیادہ شفقت و نرمی والا معاملہ کیا کرتے تھے، لہٰذا انھیں گود میں اٹھانا، ان کے ساتھ محبت و شفقت سے پیش آنا مسنون ہے۔
2. نبی کریم ﷺ کے اعلیٰ اخلاق اور تواضع کی دلیل کہ بچوں کا کپڑوں پر پیشاب کر دینے کے باوجود چہرے پر ناگواری اور ناراضی کے آثار ظاہر نہیں ہوتے تھے۔
3. یہ حدیث دلیل ہے کہ شیر خوار بچے کے پیشاب پر چھینٹے مارے جائیں گے اور اسے دھویا نہیں جائے گا۔
4. "فنضحه" سے جو احتمال پیدا ہو سکتا تھا "ولم یغسله" سے وہ احتمال بھی دور ہو جاتا ہے۔ علامہ شرف الدین الطیبی رحمہ اللہ نے فرمایا: "النضح سے مراد یہ ہے کہ پانی بہائے بغیر پانی کے چھینٹے اس طرح مارے جائیں کہ وہ پیشاب سے متاثرہ ہر جگہ پہنچ جائیں اور الغسل: دھونا یہ ہے کہ اس (پیشاب والی جگہ) پر پانی بہایا جائے۔" (الکاشف عن حقائق السنن ۲/ ۱۳۳)
5. رسول اللہ ﷺ کے خادم سیّدنا ابو السمح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ (سیدنا) حسن یا حسین (رضی اللہ عنہما) کو آپ کی خدمت میں لایا گیا تو انھوں نے آپ کے سینے پر پیشاب کر دیا۔ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے اسے دھونا چاہا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((رُشُّهُ فَإِنَّهُ يُغْسَلُ بَوْلُ الْجَارِيَةِ وَيُرَشُّ مِنْ بَوْلِ الْغُلَامِ)) "اس پر پانی چھڑک دو کیونکہ لڑکی کا پیشاب دھویا جاتا ہے اور لڑکے کے پیشاب کی وجہ سے پانی

چھڑکا جاتا ہے۔‘‘(سنن ابن ماجہ: ٥٢٦ وسندہ صحیح)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شیر خوار بچے اور بچی کے پیشاب میں فرق ہے، چنانچہ محمد تقی عثمانی دیوبندی نے کہا: ’’البتہ احادیث سے اتنی بات ضرور سمجھ میں آئی ہے کہ بولِ جاریہ اور بولِ غلام میں فرق ہے۔‘‘(درس ترمذی ١/ ٢٨٨)

اور وہ فرق کیا ہے؟ یہی کہ بچی کے پیشاب کو دھویا جائے گا اور بچے کے پیشاب کی وجہ سے پانی چھڑکا جائے گا، لیکن آلِ دیوبند اور آلِ بریلی بضد ہیں کہ بچہ ہو یا بچی دونوں کے پیشاب کو دھویا جائے گا۔ ان کا کہنا ہے کہ بعض روایات میں: ’’فَدَعَا بِمَاءٍ فَصَبَّهُ عَلَيْهِ‘‘ اور ’’فَأَتْبَعَهُ الْمَاءَ‘‘ وغیرہ کے الفاظ ہیں، لہٰذا نضح اور رش کو دھونے پر محمول کیا جائے گا۔ دیکھئے خزائن السنن (١/ ١٥٠، ١٥١) درس ترمذی (١/ ٢٨٨) نعمة الباری (١/ ٦٦٦، ٦٦٧) وغیرہ

ان کی یہ تاویل کئی وجوہ کی بنا پر باطل ہے:

- حدیث میں دھونے کے مقابلے میں چھینٹے مارنے کا ذکر ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی چھینٹوں سے مراد دھونا قطعاً نہیں تھا، کیونکہ دھونا اور چھینٹے اپنا اپنا معنی و مفہوم رکھتے ہیں جو ہمارے ہاں معروف ہیں۔
- عندالاحناف یہ قاعدہ مسلّم ہے: ’’اَلْاَصْلُ فِی الْكَلَامِ اَلْحَقِيْقَةُ‘‘ کلام میں اصل یہ ہے کہ اس کے حقیقی معنی مراد لیے جائیں۔ یعنی حقیقت سے مراد لفظ کے وہ اصلی معنی ہیں جن کے لیے لغت میں اس لفظ کو وضع کیا گیا ہے اور کتبِ لغت میں النضح ورش کا معنی وہی ہے جو اوپر حدیث کے ترجمہ میں مذکور ہے۔
- ان بعض الناس کے برعکس محدثین نے ’’فَأَتْبَعَهُ الْمَاءَ‘‘ وغیرہ الفاظ کو ’’رَشَّهُ عَلَيْهِ‘‘ پر محمول کیا ہے، چنانچہ حافظ ابن حبان رحمہ اللہ نے فرمایا: ’’ذِكْرُ الْبَيَانِ بِأَنَّ قَوْلَ عَائِشَةَ: ((فَأَتْبَعَهُ الْمَاءَ)) أَرَادَتْ بِهِ: رَشَّهُ عَلَيْهِ‘‘ یعنی اس بات کی تصریح کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول میں فَأَتْبَعَهُ الْمَاءَ سے ان کی مراد: اس پر پانی

چھڑکا ہے۔(صحیح ابن حبان ٤/ ٢٠٩ ، الرسالة) یہ اس لیے بھی درست اور راجح ہے کہ خود سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی پانی چھڑکنے ہی کی قائل تھیں۔ دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبہ (١/ ١١٩ ح ١٢٧٤ وسنده صحيح)

6 امام ابن منذر رحمہ اللہ نے فرمایا: ام قیس (رضی اللہ عنہا) کی حدیث کی بنا پر بچے کے پیشاب پر چھینٹے مارنا اور بچی کے پیشاب کو دھونا واجب ہے۔(الاوسط من السنن والاجماع والاختلاف ٢/ ٢٦٨)

7 امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: شیر خوار بچے کے پیشاب پر چھینٹے مارے جائیں گے، تاہم جب کھانا شروع کر دے تو پھر دھونا ہے اور بچی کے پیشاب کو دھویا جائے گا۔(مسائل الامام احمد رواية صالح : ٧٥)

8 غیر اہلِ حدیث منہاج الدین مینائی لکھتے ہیں: ''نجاست خفیفہ (جیسے دو سال سے کم عمر لڑکے کا پیشاب) اگر تھوڑا سا لگ جائے تو اُس جگہ پر پانی چھڑک کر خشک کر لینے سے وہ چیز پاک ہو جاتی ہے، لیکن دودھ پیتی بچی کے پیشاب کو بہر حال دھونا ضروری ہے، ارشاد نبوی ہے:......لڑکی کے پیشاب کو دھویا جائے اور لڑکے کے پیشاب پر پانی چھڑکا جائے۔ یہ اسی صورت میں ہے جب صرف دودھ پیتا بچہ ہو۔'' (اسلامی فقہ ص ۵۳)

تنبیہ: اس کتاب کے شروع میں محمد فاروق خان نے لکھا ہے: ''چونکہ یہاں کی اکثریت فقہ حنفی کی پیرو ہے اس لیے انھوں نے اپنی کتاب میں متفق علیہ مسائل میں صرف حنفی فقہاء کے مسلک کو اختیار کیا ہے۔'' (اسلامی فقہ ص ۳۰)

٤٩٨: وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : « **إِذَا دُبِغَ الْإِهَابُ، فَقَدْ طَهُرَ** » . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

سیّدنا عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''جب چمڑے کو رنگ لیا جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے۔'' اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

تخریج: صحیح مسلم: ١٠٥/ ٣٦٦ .

فقہ الحدیث:

1. صرف حلال جانوروں کے چمڑے رنگنے سے پاک ہوتے ہیں، اگرچہ وہ ذبح کیے بغیر مر چکے ہوں۔ اس کی وضاحت اگلی حدیث میں آ رہی ہے۔

2. امام ابوالحسن النضر بن شمیل المازنی البصری رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۳ھ) نے فرمایا: اونٹ، گائے اور بکریوں کی کھال کو اِہاب اور درندوں کی کھال کو جلد کہا جاتا ہے۔ (مسائل الامام احمد واسحاق بن راھویہ، روایۃ اسحاق بن منصور الکوسج ۱/ ۲۱۵ وسندہ صحیح) جس سے واضح ہوا کہ حدیث میں صرف حلال جانوروں کے چمڑے کا ذکر ہے اور یہی رنگنے سے پاک ہوتے ہیں۔

3. بعض روایات میں ہے: ((أَیُّمَا إِھَابٍ دُبِغَ فَقَدْ طَھُرَ)) ''جو بھی چمڑا رنگ لیا جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے۔'' (سنن ابن ماجہ: ۳۶۰۹، صحیح) جس سے بعض الناس نے دباغت سے ہر چمڑے کو پاک قرار دیا، خواہ حلال جانور کا ہو یا حرام ودرندوں وغیرہ کا۔ ان حضرات کی یہ دلیل دو وجہ سے لائق التفات نہیں ہے:

- اس سے مراد محض یہ ہے کہ حلال جانور ذبح شدہ ہو یا مردار دونوں صورتوں میں اگر اس کا چمڑا رنگ لیا جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے۔
- اس حدیث میں بھی لفظ ''اِھاب'' ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف حلال جانور کا چمڑا رنگنے سے پاک ہوگا۔

۴۹۹: وَعَنْهُ، قَالَ: تُصُدِّقَ عَلٰی مَوْلَاةٍ لِّمَیْمُوْنَةَ بِشَاةٍ، فَمَاتَتْ، فَمَرَّ بِھَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: ((**ھَلَّا اَخَذْتُمْ اِھَابَھَا فَدَبَغْتُمُوْهُ، فَانْتَفَعْتُمْ بِهِ!**)). فَقَالُوْا: اِنَّھَا مَیْتَةٌ، فَقَالَ: ((**اِنَّمَا حُرِّمَ اَکْلُھَا**)). مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ.

اور انھی (سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ سیّدہ میمونہ (رضی اللہ عنہا) کی آزاد کردہ لونڈی کو ایک بکری بطور صدقہ دی گئی (جو) مر گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس (مردہ بکری) کے پاس سے گزرے تو فرمایا: ''تم نے اس کا چمڑا کیوں نہ اتار لیا، تم اسے رنگ لیتے اور اس سے

فائدہ اٹھاتے۔'' انھوں نے کہا: یہ تو مردار ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اس (مردار) کا صرف کھانا حرام ہے۔'' (متفق علیہ)

تخریج: صحیح البخاری: ۱۴۹۲، صحیح مسلم: ۱۰۰/ ۳۶۳.

فقہ الحدیث:

1. حدیث سابق (۴۹۸) کی بہترین تفسیر اس حدیث میں موجود ہے کہ صرف حلال جانور کا چمڑا دباغت سے پاک ہوگا، اگرچہ وہ مردار ہی ہو۔
2. حرام جانوروں کے چمڑے کو دباغت کے بعد پاک قرار دینے کی کوئی مثال آثارِ صحابہ واحادیثِ صحیحہ میں نہیں ملتی۔
3. دباغت کے بعد چمڑے سے کوئی سا بھی فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے، مثلاً: قالین اور جوتے وغیرہ بنائے جا سکتے ہیں۔
4. (فائدے کی غرض سے) درندوں کی کھال بچھانے سے منع کیا گیا ہے۔ دیکھئے سنن ابی داود (۴۱۳۱) والسنن الکبری للبیہقی (۱/ ۲۱) وسندہ حسن۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ حرام جانور کا چمڑا دباغت سے پاک نہیں ہوگا۔

۵۰۰: وَعَنْ سَوْدَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: مَاتَتْ لَنَا شَاةٌ، فَدَبَغْنَا مَسْكَهَا، ثُمَّ مَا زِلْنَا نَنْبِذُ فِيْهِ حَتّٰى صَارَ شَنًّا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ (سیّدہ) سودہ (رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں: ہماری ایک بکری مر گئی تو ہم نے اس کا چمڑہ رنگ لیا، پھر ہم اس (کی مشک) میں نبیذ بناتے رہے حتیٰ کہ وہ بوسیدہ ہوگئی۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

تخریج: صحیح البخاری: ٦٦٨٦.

فقہ الحدیث:

1. چمڑا رنگنے کے بعد چونکہ پاک ہو جاتا ہے، لہٰذا اسے بطور برتن بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔

حافظ ندیم ظہیر

توضیح الأحکام

سوال و جواب — تخریج الاحادیث

کھڑے ہو کر جوتے پہننا جائز ہے

: بعض علماء اس مسئلے میں بڑی شدّت اختیار کرتے ہیں کہ جوتے صرف بیٹھ کر ہی پہنے جائیں، کھڑے ہو کر جوتے پہننا قطعاً جائز نہیں۔ میرا سوال یہ ہے کہ کیا واقعی کھڑے ہو کر جوتے پہننے کسی صورت درست نہیں؟ صحیح احادیث کی روشنی میں مسئلے کی وضاحت درکار ہے۔ (وکیل احمد قاضی، حیدر آباد)

: حالتِ قیام میں یا بیٹھ کر جوتے پہننا دونوں طرح جائز ہے اور اس کی دلیل درج ذیل ہے:

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَشْرَبُ قَائِمًا وَ قَاعِدًا وَ یَنْصَرِفُ عَنْ یَمِیْنِهٖ وَ عَنْ یَسَارِهٖ وَ یَصُوْمُ فِی السَّفَرِ وَ یُفْطِرُ وَ یُصَلِّیْ حَافِیًا وَ مُنْتَعِلًا وَ یَنْتَعِلُ قَائِمًا وَ قَاعِدًا))

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر پانی پیتے (نماز میں) اپنی دائیں اور بائیں جانب سے پھرتے، سفر میں روزہ رکھتے اور افطار کرتے، جوتے اتار کر اور جوتوں سمیت نماز پڑھتے، کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر جوتے پہنتے ہوئے دیکھا ہے۔'' (اتحاف الخیرۃ المھرۃ بزوائد المسانید العشرۃ ٤/٣٦٣، ح ٤٩٩٠، و سندہ حسن)

راویوں کا تعارف:

1. مسدَّد بن مُسَرْهَد بن مُسَرْبَل الاَسْدِی رحمہ اللہ (متوفی ۲۲۸ھ)

یہ ثقہ حافظ ہیں، صحیح بخاری کے راوی اور صاحب المسند ہیں۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں: ''الاِمَامُ ، الحَافِظُ ،

الْحُجَّةُ ...... أَحَدُ أَعْلَامِ الْحَدِيثِ۔" (سير اعلام النبلاء، ١٠/ ٥٩١)

◆ ٢ یحییٰ بن سعید بن فروخ القطان التمیمی رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۸ھ)

یہ ثقہ متقن حافظ امام ہیں۔ (التقریب: ۷۵۵۷)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا: "الاِمَامُ الْكَبِيْرُ، أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الْحَدِيْثِ" (سير اعلام النبلاء، ٩/ ١٧٥)

◆ ٣ حسین بن ذکوان المعلم (متوفی ۱۴۵ھ)

یہ کتبِ ستہ کے راوی اور ثقہ وصدوق ہیں۔

❀ امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: "ثقہ"۔

(تاريخ يحيىٰ بن معين، راوية الدارمی : ٢٣٠)

❀ امام ابوحاتم الرازی نے فرمایا: "ثقہ" (الجرح و التعديل، ٣/ ٥٦)

❀ امام ابوزرعہ الرازی نے کہا: "ليس به بأس"

(الجرح و التعديل : ٣/ ٥٦)

❀ امام عجلی نے ثقہ کہا ہے۔ (الثقات: ٢٩٦)

❀ امام بیہقی نے حجۃ قرار دیا ہے۔ (السنن الكبرى : ٦/ ١٧٩)

❀ حافظ ذہبی نے کہا: "الثقة" (الكاشف: ١٠٨٤)

❀ حافظ ابن حجر نے کہا: "ثقة" (التقريب: ١٣٢٠)

کثیر توثیق وتعدیل میں سے یہ مختصراً درج کر دی گئی ہے، لہٰذا جمہور کی توثیق کے مقابلے میں حسین بن ذکوان المعلم پر اضطراب وغیرہ کا اعتراض مردود ہے۔

◆ ٤ عمرو بن شعیب عن أبیہ عن جدہ

جمہور نے اس سلسلے کو تسلیم کیا ہے، مثلاً دیکھئے: خلاصة البدر المنير (٨٥) نصب الراية (١/ ٥٧) اور مجموع فتاویٰ لابن تیمیه (١٨؟/ ٨) وغیرہ

مذکورہ بحث سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ درج بالا حدیث کی سند حسن لذاتہ ہے اور یہ

حجت ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر دونوں طرح جوتے پہن لیتے تھے، لہٰذا صرف بیٹھ کر جوتے پہننے پر شدت اختیار کرنا اور کھڑے ہو کر جوتے پہننے کو ناجائز کہنا کسی طرح درست نہیں ہے۔ اب ہم ان روایات کا مختصر سا جائزہ لیتے ہیں جن میں بصراحت کھڑے ہو کر جوتے پہننا ممنوع ہیں۔

① سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حالتِ قیام میں جوتے پہننے سے منع فرمایا ہے۔ (سنن الترمذی: ۱۷۷۵، وَقَالَ: "هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ")

تجزیہ:

یہ روایت حارث بن نبہان کی وجہ سے ضعیف ہے، کیونکہ یہ جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف و متروک ہے۔ مثلاً

- امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: "ضعیف"

(تاریخ یحییٰ بن معین، روایة الدوری: ٤/ ٢٢)

- امام یعقوب بن سفیان الفسوی نے "منکر الحدیث" قرار دیا ہے۔

(المعرفة والتاریخ: ۳/ ۱۴۱)

- امام بخاری نے فرمایا: "منکر الحدیث" (التاریخ الکبیر: ٢/ ٢٨٤)
- امام نسائی نے فرمایا: "متروک الحدیث" (الضعفاء و المتروکون: ١١٦)
- امام عجلی نے "ضعیف الحدیث" کہا ہے۔ (الثقات: ٢٤٩)
- امام ابو حاتم الرازی نے فرمایا: "متروک الحدیث، ضعیف الحدیث، منکر الحدیث۔"

(الجرح و التعدیل: ٣/ ٩٢)

② سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے کھڑے ہو کر جوتے پہننے سے منع فرمایا ہے۔ (سنن ابن ماجه: ٣٦١٩)

تجزیہ:

اس روایت کی سند میں سفیان الثوری ہیں جو ثقہ متقن ہونے کے ساتھ ساتھ مدلس بھی ہیں اور یہ اصول مسلم ہے کہ مدلس کا عنعنہ مقبول نہیں، لہٰذا یہ روایت سفیان الثوری کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

③ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر جوتے پہننے سے منع فرمایا ہے۔(سنن ابن ماجہ، ۳۶۱۸، و سندہ ضعیف)

تجزیہ:

اس سند میں دو راوی مدلس ہیں:

❀ ابو معاویہ الضریر: محمد بن خازم ۔ یہ روایت عن سے ہے اور سماع کی صراحت نہیں ہے۔

❀ سلیمان بن مہران الاعمش۔ یہ روایت عن سے ہے اور سماع کی صراحت نہیں ہے۔سو یہ روایت بھی دو راویوں کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

④ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالتِ قیام میں جوتے پہننے سے منع فرمایا ہے۔(سنن الترمذی: ۱۷۷۶، وَقَالَ:''ھٰذَا حَدِیْثٌ، غرِیْبٌ)

تجزیہ:

اس روایت میں قتادہ بن دعامہ السدوسی معروف مدلس ہیں، لہٰذا یہ ان کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ علاوہ ازیں امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے غیر ثابت بھی قرار دیا ہے۔ دیکھیے سنن الترمذی (۱۷۷۶) نیز بعض دیگر ضعیف روایات اور ان کی اسناد سے متعلق بحث کے لیے ملاحظہ کیجیے فتاویٰ علمیہ (۱/ ۱۰۵)

معلوم ہوا کہ جن روایات میں بصراحت کھڑے ہو کر جوتے پہننے ممنوع ہیں وہ اپنے تمام طرق کے ساتھ ضعیف ہی ہیں۔

استاذ الاساتذہ حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''اصول ہے کہ ایک حدیث

کی کئی اسانید ہوں کچھ صحیح اور کچھ غیر صحیح تو حدیث صحیح ہوگی بشرطیکہ وہ حدیث کسی شذوذ یا علت قادحہ پر مشتمل نہ ہو۔'' (احکام و مسائل : ١/ ٥١٤)

ذکر کردہ تمام اسانید چونکہ غیر صحیح ہیں ان میں کوئی بھی صحیح نہیں، لہٰذا اس اصول کے مطابق بھی کھڑے ہو کر جوتے پہننے کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔

خلاصۃ التحقیق:

کھڑے ہو کر جوتے پہننے کی ممانعت والی کوئی روایت بھی صحیح نہیں ہے۔ اس کے برعکس کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر دونوں طرح جوتے پہننے نبی کریم ﷺ ثابت ہیں، لہٰذا ان دونوں میں سے کوئی سا عمل بھی اختیار کیا جا سکتا ہے۔ دونوں طرح جوتے پہننے جائز ہیں۔

اظہارِ تعزیت

✿ محترم جناب ابو محمد نصیر احمد کاشف حفظہ اللہ کے والد محترم رحمہ اللہ گزشتہ ماہ وفات پا گئے ہیں۔ جو انتہائی ملنسار، خوش اخلاق اور کتاب و سنت کے داعی و عامل تھے۔

✿ معروف عالم دین، شیخ القرآن مولانا عبدالسلام رستمی رحمہ اللہ طویل بیماری کے بعد گزشتہ ماہ وفات پا گئے ہیں۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) جو کامیاب مدرس اور بہترین مصنف تھے۔ متعدد مرتبہ دورۂ تفسیر کرایا اور پشتو زبان میں مکمل قرآن مجید کی تفسیر بھی لکھی۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں بزرگوں کی مغفرت فرمائے، ان کی حسنات کو قبول اور سیئات سے درگزر فرمائے۔ (آمین)

نیز ہم ان کے ورثاء کے غم میں برابر شریک ہیں۔

((ان للّٰہ ما أخذ ولہ ما أعطی وکل شیئی عندہ بأجلٍ مسمًّی فلتحتسب ولتصبر۔))

(**ادارہ**: مکتبۃ الحدیث، حضرو ضلع اٹک)

از قلم: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ
ترجمہ: حافظ فرحان الٰہی

سنت کے سائے میں

اسلام و جہاد کے ارکان

امام ابو عیسیٰ الترمذی اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''الجامع المختصر عن رسول اللّٰہ ﷺ ومعرفة الصحیح والمعلول وما علیه العمل'' المعروف جامع ترمذی میں فرماتے ہیں:

(سیدنا) معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: میں ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، ایک دن چلتے چلتے میں نے آپ ﷺ کے قریب ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیں جو مجھے جنت میں داخل کر دے اور جہنم سے دور کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ تم نے مجھ سے ایک عظیم چیز کے بارے میں پوچھا ہے اور یہ کام اُس کے لیے آسان ہو جاتا ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ آسان کر دے۔ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، نماز کو قائم کرو، زکاۃ کو ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''میں تمھیں خیر کے دروازے نہ بتاؤں؟ روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہوں کو ایسے مٹا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو ختم کر دیتا ہے، اور رات کی تاریکی میں آدمی کی نماز (عظیم نیکی ہے) معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ o فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ﴾ [۳۲/ السجدة: ۱۶، ۱۷] ''ان کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں، وہ اپنے رب کو ڈرتے ہوئے اور طمع کرتے ہوئے پکارتے ہیں اور ہم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا کچھ

چھپا کر رکھا گیا ہے، اس عمل کی جزا کے لیے جو وہ کیا کرتے تھے۔'' پھر آپ نے فرمایا: کیا میں تمھیں (دین کی) اصل بنیاد اس کا ستون اور کوہان کی چوٹی نہ بتا دوں؟'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیوں نہیں (ضرور بتا دیں) آپ ﷺ نے فرمایا: ''اصل بنیاد اسلام ہے، اس کا ستون نماز ہے، اور اس کی کوہان کی چوٹی جہاد ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں اس چیز کی خبر نہ دوں جس پر ان کا مدار ہے؟'' میں نے عرض کیا: کیوں نہیں (ضرور فرما دیں) پھر آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑا اور فرمایا: اس پر قابو رکھو! میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم جو کلام کرتے ہیں کیا اس پر بھی ہمارا مواخذہ ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے معاذ! تیری ماں تجھے گم پائے کیا لوگوں کو ان کے منہ یا نتھنوں کے بل جہنم میں گرانے والی شے ان کی زبانوں کی کاٹی ہوئی فصل ہی تو ہوگی۔''

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ دیکھیے: سنن الترمذی، کتاب الإیمان، باب ما جاء في حرمة الصلاة رقم الحديث (٢٦١٦)

تخریج: سنن ابن ماجه، كتاب الفتن، باب كف اللسان في الفتنة رقم الحديث (٣٩٧٣) عن محمد بن يحيىٰ بن أبي عمر بہ۔ ابو وائل رحمہ اللہ کا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے جیسا کہ حافظ ابن رجب نے کہا ہے۔ لیکن اس حدیث کے دیگر شواہد میں سے ایک شہر بن حوشب عن عبد الرحمان بن غنم عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی سند سے مسند أحمد (٢٣٦/٥، ٢٣٦، ٢٤٥، ٢٤٦) میں موجود ہے۔ اس کی سند حسن (لذاتہ) ہے۔ شہر بن حوشب حسن الحدیث ہیں، جمہور نے ان کو ثقہ کہا ہے۔ جیسا کہ میں نے "النهاية في الفتن والملاحم" کی تخریج میں (ق: ١١٩، ١٢٠) رقم الحديث (٢٢٦٠) میں ثابت کیا ہے۔

حكم الحديث: حسن۔

فقه الحديث:

1 نجات کا دارومدار ایمان اور عمل پر ہے، پس جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان

نہیں لاتا وہ کبھی بھی جنت میں نہیں جا سکتا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ﴾ [٤/ النساء : ٤٨] ''بے شک اللہ تعالیٰ یہ گناہ نہیں معاف کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے۔''

2 یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ صرف اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت اس کی رضا کے حصول کے لیے کی جائے، اور اللہ کے علاوہ جس کسی کو بھی پوجا جاتا ہے اس کا کفر (انکار) کیا جائے، جیسا کہ دوسری احادیث میں یہ بات بصراحت موجود ہے۔

3 یہ حدیث شرک کی حرمت کی دلیل ہے، اور شرک سب سے بڑا ظلم ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ [٣١/ لقمان:١٣] ''بے شک شرک سب سے بڑا ظلم ہے۔''

4 یہ حدیث ارکان اسلام کی بھی وضاحت کرتی ہے، اور ارکان اسلام یہ ہیں: (۱) توحید باری تعالیٰ (۲) نماز (۳) زکوٰۃ (۴) روزہ (۵) حج (اور جہاد وغیرہ)۔

5 اس حدیث میں یہ دلیل بھی موجود ہے کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں۔

6 یہ حدیث دلالت کناں ہے کہ روزہ آدمی کو شہوات سے بچاتا ہے، ڈھال سے مراد بچاؤ ہے۔

7 اس حدیث میں صدقات اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کی فضیلت بھی واضح ہے، اور یہ کہ ایسے اعمال گناہوں، خطاؤں اور ایسی غلطیاں جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہے، کے کفارے کا سبب ہیں۔ رہے حقوق العباد تو یہ نیکیاں دوسرے حق دار پر ہونے والی زیادتی کے عوض اس کو دے دی جائیں گی۔ (الله المستعان)

8 یہ حدیث جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت پر بھی دلالت کر رہی ہے، اور جہاد صرف دین کی سربلندی کے لیے ہوتا ہے۔ ایمان اور عقیدے کی درستی جہاد کی اولین شرط ہے۔

9 یہ حدیث کم گوئی اور خاموشی کی فضیلت پر بھی دلالت کر رہی ہے، کیوں کہ انسان جو کچھ اپنے منہ سے بولتے ہیں، اس کے بارے میں جوابدہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا:((إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رُضْوَانِ اللّٰهِ لا يُلْقِي لَهَا بَالًا ، يَرْفَعُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَاتٍ ، وَإِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ لا يُلْقِي لَهَا بَالًا ، يَهْوِي بِهَا فِي جَهَنَّمَ)) صحيح بخاری (٦٤٧٨) ''بلاشبہ آدمی زبان سے اللہ تعالیٰ کا ایسا پسندیدہ کلمہ بول دیتا ہے جس کی وہ کوئی پرواہ نہیں کرتا، مگر اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے اس کے درجات بلند کر دیتا ہے اور بلاشبہ انسان کبھی اپنی زبان سے اللہ کی ناراضی کا ایسا کلمہ بول دیتا ہے جس کی وہ کوئی پرواہ نہیں کرتا لیکن اس کلمہ کی کی وجہ سے جہنم میں جا گرتا ہے۔''

10 یہ حدیث خیر اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تڑپ اور چاہت پر بھی دلالت کر رہی ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دینی مسائل اس لیے دریافت کرتے تھے کہ اپنے علم وعمل میں اضافہ کر سکیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

11 یہ حدیث سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر بھی عیاں ہے، آپ بیک وقت امام، فقیہ اور محدث تھے، بیعت عقبہ اور غزوہ بدر میں شریک رہے، آپ احکام قرآنی کے بارے میں منتہائے علم تھے۔ رضی اللہ عنہ

12 یہ حدیث قیام اللیل اور تہجد وغیرہ کی فضیلت کے علاوہ دیگر فوائد کو بھی شامل ہے۔

13 یہ تمام امور اس شخص کے لیے آسان ہو جاتے ہیں جس کے لیے اللہ تعالیٰ آسان کر دے، لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ہر نماز کے بعد یہ دعا کرتے رہنا چاہیے:((اَللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلٰى ذِكْرِكَ وَ شُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ)) [سنن ابی داود (١٥٢٢) وسنده صحيح] ''اے اللہ! تو اپنے ذکر، اپنے شکر اور اپنی عبادت میں حسن پیدا کرنے میں میری مدد فرما''...... آمین ...... حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ قید کے دوران میں اکثر یہ دعا اپنے سجدوں میں پڑھا کرتے تھے۔ دیکھیے: الوابل الصيب من الكلم الطيب (ص:٤٨) (یہ فائدہ مترجم کی طرف سے ہے۔)

تصنیف: امام ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی رحمہ اللہ ترجمہ و تحقیق: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

اثبات عذاب القبر

باب ۲۵: نبی ﷺ کا جنازے میں دعا کرنا کہ قبر والے کی جگہ وسیع جائے اور وہ قبر کے فتنے سے بچ جائے۔

۱۵۸) سیدنا عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو ایک جنازے میں یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا آپ فرما رہے تھے: ''اے اللہ! اس کے گناہ معاف کر دے، اس پر رحم کر، اس سے درگزر کر، اسے عافیت میں رکھ، اس کی بہترین میزبانی فرما، اس کے مدخل (مکان و جگہ) کو وسیع کر دے۔ اسے پانی، برف اور اولوں کے ساتھ دھو اور گناہوں سے اس طرح پاک کر دے جیسے سفید کپڑا میل سے صاف ہو جاتا ہے۔ اسے اپنے گھر سے بہترین گھر، اپنے گھر والوں سے بہترین گھر والے اور اپنے جوڑے سے بہترین جوڑا عطا کر۔ (اے اللہ!) اسے قبر کے فتنے اور جہنم کے عذاب سے بچا لے۔'' عوف نے کہا: یہ دعا سن کر میں نے یہ خواہش کی کہ کاش یہ میت میں ہوتا جس کے لئے آپ ﷺ یہ دعا کر رہے ہیں اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

۱۵۹) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک نابالغ بچے کی نماز جنازہ پڑھی، پھر (نماز جنازہ میں) فرمایا: ''اے اللہ اسے عذاب قبر سے بچا۔'' یہ روایت اس طرح مرفوع ہے۔ دوسرے راویوں نے اسے موقوف بیان کیا ہے۔

۱۶۰) سعید بن المسیب (تابعی) سے روایت ہے کہ ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) نے ایک نابالغ بچے کی نماز (جنازہ) پڑھی تو کہا: اے اللہ اسے عذابِ قبر سے بچا۔

---

۱۵۸) صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب الدعاء للمیت فی الصلوٰۃ (ح ۹۶۳)۔

۱۵۹) یہ روایت شذوذ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اسے خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ بغداد (۱۱/۳۷۴) میں عصی بن الحسن بن عبدویہ سے روایت کیا ہے اور بتایا ہے کہ صحیح یہی ہے کہ یہ روایت موقوف ہے (یعنی رسول اللہ ﷺ کی حدیث نہیں، بلکہ صحابی کا قول و فعل ہے) دیکھئے حدیث: ۱۶۰

۱۶۰) صحیح، اسے شعبہ، عبدہ بن سلیمان، امام مالک (الموطا ۱/ ۲۸) ھشیم، سفیان ثوری، حماد بن زید اور حماد بن سلمہ، سب نے یحییٰ بن سعید الانصاری سے موقوفاً بیان کیا ہے اور یہی صحیح ہے۔ سابقہ روایات ابن عبدویہ کا وہم ہے۔

باب ۲۶: مرنے والوں پر نبی ﷺ کی نماز جنازہ میں اس چیز کی امید کہ ان کی قبروں میں روشنی ہوگی اور اندھیرا ختم ہو جائے گا۔

۱۶۱) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک کالا مرد یا کالی عورت مسجد کی صفائی کرتی تھی وہ مرگئی تو نبی ﷺ نے اسے نہ پایا تو فرمایا: ''اس انسان کے ساتھ کیا (معاملہ پیش آ گیا) ہے؟'' انھوں نے کہا: وہ مرگئی ہے یا مر گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''تم نے مجھے اس بات کی (جنازے کے وقت) خبر کیوں نہیں دی؟'' گویا وہ اس بات کو انتہائی معمولی سمجھتے تھے (اس لئے آپ کو اطلاع نہیں دی) آپ نے فرمایا: ''مجھے اس کی قبر بتاؤ، پھر آپ اس کی قبر پر گئے اور نماز جنازہ پڑھی۔'' پھر فرمایا: ''یہ قبریں، قبر والوں پر اندھیرے سے بھری ہوئی ہیں اور بے شک اللہ ان پر میری نماز (ودعا) کی وجہ سے روشنی کر دیتا ہے۔'' یہ روایت صحیحین ہے۔

باب ۲۷: نبی ﷺ کا دعا کرنا کہ اللہ تعالیٰ مشرکوں کو عذاب قبر دے۔ (یعنی عذاب قبر میں مبتلا رکھے)

۱۶۲) علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم (جنگ) خندق کے دن، نبی ﷺ کے ساتھ تھے کہ آپ نے فرمایا: ''اللہ ان (مشرکوں) کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے، انھوں نے ہمیں صلوۃ الوسطی (درمیانی نماز) سے مشغول رکھا حتی کہ سورج غروب ہو گیا (اور ہم یہ نماز نہ پڑھ سکے)'' یہ نماز عصر کی تھی۔ اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

۱۶۳) علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک (جنگ) احزاب والے دن، رسول اللہ ﷺ

....

۱۶۱) صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب الصلوٰة علی القبر بعد ما یدیه فن، ح ۱۳۳۷، صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب الصلوٰة علی القبر، ح ۹۵۶۔

۱۶۲) صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء علی المشرکین، ح ۶۳۹۶، صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب الدلیل لمن قال: الصلوٰة الوسطی هي صلاة العصر ح ۶۲۷، باب التغلیظ فی تفویت صلوٰة العصر.

۱۶۳) صحیح، اسے مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ دیکھئے حدیث: ۱۶۴

خندق کے کناروں میں سے ایک کنارے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا: ''انھوں نے ہمیں درمیانی نماز سے مشغول کیے رکھا حتی کہ سورج غروب ہوگیا، اللہ ان (مشرکوں) کے گھروں، قبروں یا پیٹوں کو آگ سے بھر دے۔''

۱٦٤) اسی سند سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ ان کی قبروں اور گھروں کو یا فرمایا: ان کی قبروں اور پیٹوں کو آگ سے بھر دے۔'' اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

۱٦٥) علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے احزاب والے دن فرمایا: ''انھوں نے ہمیں درمیانی نماز سے مشغول کر دیا۔ اللہ اُن کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔'' پھر آپ نے اسے مغرب اور عشاء کے درمیان پڑھا۔ یہ ابو معاویہ (راوی) کے بیان کردہ الفاظ ہیں۔ (ابراہیم) بن طہمان (راوی) کے یہ الفاظ ہیں کہ احزاب والے دن رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز سے مشغول کر دیے گئے تو آپ نے اسے مغرب اور عشاء کے درمیان پڑھا۔ پھر آپ نے فرمایا: ''انھوں نے ہمیں درمیانی نماز، نماز عصر سے مشغول رکھا ہے، اللہ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔'' اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

۱٦٦) زِر (بن حبیش) نے کہا: ہم نے عبیدہ (السلمانی، تابعی) سے کہا: علی رضی اللہ عنہ سے درمیانی نماز کے بارے میں پوچھو، تو انھوں (علی رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے احزاب والے دن فرمایا: ''انھوں نے ہمیں درمیانی نماز، نمازِ عصر سے مشغول رکھا، اللہ انکے گھروں اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے۔''

۱٦٧) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے خندق والے دن فرمایا: ''انھوں (مشرکوں) نے ہمیں درمیانی نماز، نمازِ عصر سے روکے رکھا۔ اللہ ان کے پیٹوں اور

---

۱٦٤) صحیح مسلم ، کتاب المساجد ، باب الدلیل لمن قال: الصلوٰة الوسطی هي صلاة العصر ح ٦٢٧/ ٢٠٤۔

۱٦٥) صحیح مسلم : ٦٢٧/ ٢٠٥۔ دیکھئے حدیث سابق:١٦٤

۱٦٦) صحیح ، یہ روایت اپنے شواہد کے ساتھ صحیح ہے۔

۱٦٧) صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب الدلیل لمن قال: الصلوٰة الوسطی هی صلاة العصر ح ٦٢٨۔

قبروں کو آگ سے بھر دے۔'' اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

۱۶۸) حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خندق والے دن فرماتے سنا کہ ''انھوں نے ہمیں عصر کی نماز سے مشغول کر (کے روک) دیا'' پس آپ نے عصر کی نماز شفق غائب ہونے کے بعد ہی پڑھی، (آپ نے فرمایا:) ''اللہ اُن کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔''

۱۶۹) اسی سند سے روایت ہے کہ مشرکوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خندق والے دن، عصر کی نماز سے روکے رکھا تو آپ نے اسے نہیں پڑھا مگر سورج کے غائب ہونے کے بعد۔ پھر آپ نے فرمایا: ''انھوں نے ہمیں عصر کی نماز سے روکے رکھا، اللہ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔''

۱۷۰) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکوں سے جنگ کی حتیٰ کہ آپ کی نماز فوت ہوگئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انھوں نے ہمیں درمیانی نماز، نماز عصر سے مشغول کر دیا۔ اللہ ان کی قبریں اور پیٹ آگ سے بھر دے۔''

باب ۲۸: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عذابِ قبر سے پناہ مانگنا اور اس کا حکم دینا

۱۷۱) مسروق (تابعی) سے روایت ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک یہودی عورت آئی تو اس نے ان سے کہا: کیا تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عذاب قبر کے بارے میں کوئی چیز سنی ہے؟ تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: نہیں، عذاب قبر کیا ہوتا ہے؟ تو وہ (یہودی) عورت خاموش ہوگئی۔ پھر (جب) نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے عذاب قبر کے بارے میں پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عذاب قبر حق ہے۔'' پھر اس کے بعد آپ نے کوئی نماز

---

۱۶۸) إسناده صحيح، مسند بزار (کشف الاستار ۱/ ۱۹۶، ح ۳۸۸) اسے ابن حبان (الاحسان: ۲۸۸۰، الموارد: ۲۷۰) نے صحیح کہا ہے۔

۱۶۹) صحیح، دیکھئے حدیث سابق: ۱۶۸

۱۷۰) یہ روایت اپنے شواہد کے ساتھ صحیح ہے۔ دیکھئے مسند احمد (۱/ ۳۰۱ وسندہ حسن) مجمع الزوائد (۱/ ۳۰۹) وغیرھما

۱۷۱) صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب التعوذ من عذاب القبر ح ۵۸۶/ ۱۲۶، صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی عذاب القبر ح ۱۳۷۲، نیز دیکھئے حدیث: ۱۷۴

ایسی نہیں پڑھی جس میں عذاب قبر سے (اللہ کی) پناہ نہ مانگی ہو۔ میں آپ کو یہ پناہ مانگتے سنتی تھی۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

۱۷۲) عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مدینے کی بوڑھیوں میں سے دو بوڑھیاں میرے پاس آئیں۔ انھوں نے کہا: قبر والوں پر ان کی قبروں میں عذاب ہوتا ہے۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے پاس دو بوڑھیاں آئیں، انھوں نے یہ دعویٰ کیا کہ قبروں والوں پر ان کی قبروں میں عذاب ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''انھوں نے سچ کہا، انھیں عذاب دیا جاتا ہے جسے جانور سنتے ہیں۔'' پھر اس کے بعد میں نے آپ کو جب بھی نماز پڑھتے دیکھا تو آپ عذابِ قبر سے پناہ مانگ رہے ہوتے تھے۔ اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

۱۷۳) مسروق (تابعی) سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت، سوال کرنے کی غرض سے عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی اور کہا: تجھے اللہ، قبر کے عذاب سے بچائے۔ (اس اثنا میں) نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے (اس کے بارے میں) پوچھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عذابِ قبر حق ہے۔'' عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اس کے بعد میں نے آپ کو جو بھی نماز پڑھتے دیکھا تو آپ عذابِ قبر سے (اللہ کی) پناہ مانگتے تھے۔

۱۷۴) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اُن کے پاس ایک یہودی عورت نے آ کر عذاب قبر کا ذکر کیا اور کہا: اللہ تجھے قبر کے عذاب سے بچائے۔ عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عذاب قبر کے بارے میں پوچھا: آپ نے فرمایا: ''جی ہاں، عذاب قبر حق ہے۔'' عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اس کے بعد میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بھی نماز پڑھی تو عذاب

....

۱۷۲) صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب التعوذ من عذاب القبر ح ٦٣٦٦، صحیح مسلم، المساجد، باب استحباب التعوذ من عذاب القبر ح ٥٨٦/ ٢٥۔

۱۷۳) إسناده صحیح، اسے بخاری نے بھی روایت کیا ہے۔ دیکھئے حدیث: ۱۷۴

تنبیہ: امام بیہقی نے یہ روایت ابوداود طیالسی سے بیان کی ہے جو اُن کی مسند (ح ۱۴۱۱) میں موجود ہے۔ والحمد للہ

۱۷۴) صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی عذاب القبر ح ١٣٧٢، نیز دیکھئے حدیث سابق: ۱۷۱

قبر سے پناہ مانگی۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

۱۷۵) ایک دوسری سند کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت سوال کرنے کے لئے ان کے پاس آئی تو اس نے کہا: اللہ تجھے عذاب قبر سے بچائے۔ پھر عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا لوگوں کو قبروں میں عذاب ہوتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس سے میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔'' پھر ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر سوار ہوئے تو سورج گرہن لگا۔ پھر راوی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں حدیث بیان کی۔ (عائشہ رضی اللہ عنہا نے) فرمایا: پھر آپ نماز سے فارغ ہوئے تو اللہ نے جو چاہا بیان کیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں (صحابہ کو) حکم دیا کہ عذاب قبر سے (اللہ کی) پناہ مانگیں۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

۱۷۶) عمرہ (بنت عبدالرحمٰن، تابعیہ) سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس سوال کرنے کے لئے آئی تو اس نے کہا: اللہ تجھے عذاب قبر سے بچائے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا لوگوں کو قبروں میں عذاب ہوتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی پناہ مانگی۔ پھر ایک دن صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے دیکھا ہے کہ تمھیں دجال کے فتنے کی طرح قبروں میں آزمایا جاتا ہے۔'' عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر کے عذاب اور جہنم کے عذاب سے پناہ مانگتے سنتی تھی۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

۱۷۷) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں (یہ) دعا

....

۱۷۵) صحیح البخاری، کتاب الکسوف، باب التعوذ من عذاب القبر ح ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، صحیح مسلم: ۹۰۳، نیز دیکھئے حدیث: ۱۷۶

۱۷۶) صحیح مسلم، کتاب الکسوف، باب ذکر عذاب القبر فی صلاۃ الکسوف ح ۹۰۳۔

۱۷۷) صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب الدعاء قبل السلام ح ۸۳۲، صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب التعوذ من عذاب القبر ح ۵۸۹۔

پڑھتے تھے: ''اے اللہ میں تجھ سے عذاب قبر کی پناہ مانگتا ہوں، اور تجھ سے دجال کے فتنے سے پناہ مانگتا ہوں اور گناہوں اور قرضوں سے پناہ مانگتا ہوں۔'' کسی کہنے والے نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ قرض سے بہت زیادہ پناہ مانگتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ''جب آدمی قرض دار ہو جاتا ہے تو (عام طور پر) جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے۔'' اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

عذاب قبر سے استعاذہ (پناہ) کے بارے میں ایک جماعت نے زہری عن عروہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا کی سند سے حدیث بیان کی ہے۔

۱۷۸) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: ''اے اللہ! میں قبر کے فتنے اور جہنم کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ میں فتنہ قبر کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور دولت مندی کے فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور مسیح دجال کے فتنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اے اللہ میرے دل کو گناہوں سے صاف کر دے۔ (اور گناہ سے ایسی دوری پیدا کر) جیسے کہ مشرق و مغرب کے درمیان تو نے دوری کر رکھی ہے۔ اے اللہ! میں سستی، بڑھاپے، گناہ اور قرض سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔'' یہ روایات صحیحین میں ہے۔

۱۷۹) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے اس دن یا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نماز ایسی پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا مگر اس کے آخر میں آپ یہ (دعا) فرماتے: ''اے اللہ! جبرئیل و میکائیل اور اسرافیل کے رب، مجھے آگ کی گرمی سے اور عذاب قبر سے بچالے۔''

۱۸۰) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے اللہ، جبرئیل

....

۱۷۸) صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب التعوذ من المأثم والمغرم ح ٦٣٩٨، صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب الدعوات والتعوذ ح ٥٨٩/ ٤٩، بعد حدیث: ٢٧٠٥

۱۷۹) **حسن**، مسند احمد ٦/ ٦١، مصنف ابن ابی شیبه ١/ ١٢٢، نیز دیکھئے حدیث: ١٨٠

۱۸۰) **إسناده حسن**، سنن النسائی، کتاب الاستعاذه، باب الاستعاذ من عذاب النار، ح ٥٥٢١

ومیکائیل کے رب اور اسرافیل کے رب! میں جہنم کے عذاب اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''

۱۸۱) سیدنا سعد (ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) پانچ چیزوں کا حکم دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا حکم دیتے تھے۔ اے اللہ! میں بزدلی سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور رذیل عمر کی طرف لوٹ جانے سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اور دنیا کے فتنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور عذاب قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''

۱۸۲) عمرو بن میمون الاودی (تابعی) سے روایت ہے کہ سعد (بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) نے اپنے بچوں کو یہ کلمات (اس طرح) سکھائے تھے جس طرح استاد اپنے بچوں کو (سبق) سکھاتا ہے۔ آپ فرماتے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے آخر میں ان کے ساتھ پناہ مانگتے تھے:

''اے اللہ! میں بزدلی سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور رذیل عمر کی طرف لوٹ جانے سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اور دنیا کے فتنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور عذابِ قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''

پھر میں نے یہ حدیث مصعب (بن سعد بن ابی وقاص، تابعی) سے بیان کی تو انھوں نے اس کی تصدیق کی۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

۱۸۳) امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر پانچ چیزوں سے پناہ مانگتے سنا ہے:

''اے اللہ! میں بزدلی اور بخیلی سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور برے اعمال سے تیری پناہ

....

۱۸۱) صحیح البخاری ، کتاب الجهاد والسیر ، باب ما یتعوذ من الجبن ح ۲۸۲۲۔

۱۸۲) صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب التعوذ من عذاب القبر ح ۶۳۶۵۔

۱۸۳) **ضعیف**، سنن ابو داود، کتاب الوتر، باب فی الاستعاذة ح ۱۵۳۹، سنن ابن ماجه: ۳۸۴۴، سنن النسائی ۶۵۸۲، ۵۴۹۹، ابن حبان (الاحسان: ۱۰۲۰، الموارد: ۲۴۴۵) حاکم (۱/ ۵۳۰) ابو اسحاق مدلس ہے اور روایت عن سے ہے، نیز دیکھئے حدیث نمبر ۲۰۰

چاہتا ہوں اور سینے کے فتنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

۱۸۴) سیدنا عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ جب شام ہوتی تو رسول اللہ ﷺ فرماتے: ''ہم نے شام کی اور تمام ملک نے شام کی (صرف) اللہ کے لئے اور سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اے اللہ! میں تجھ سے اس رات کی اور اس میں جو کچھ ہے اس کی خیر کا طلبگار ہوں اور اس رات کے شر اور اس میں جو کچھ برائیاں ہیں اُن سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اے اللہ! میں سستی، بڑھاپے اور بڑھاپے کی بیماری، دنیا کے فتنے اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔'' ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں: ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کے لئے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

۱۸۵) سیدہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے اللہ! مجھے میرے خاوند رسول اللہ ﷺ، باپ ابوسفیان اور بھائی معاویہ (رضی اللہ عنہما) کے ساتھ نفع دے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تو نے اللہ سے وہ دعا کی ہے جس میں اوقاتِ زندگی مقرر ہیں۔ رزق تقسیم ہو گئے اور آثار پہنچ چکے ہیں (یعنی امور طے ہو چکے ہیں) ان کے وقت سے پہلے کوئی چیز جلدی نہیں آئے گی اور کوئی چیز مؤخر نہیں ہو گی۔ اگر تو اللہ سے دعا کرتی کہ وہ تجھے عافیت میں رکھے یا اللہ سے جہنم کے عذاب اور قبر کے عذاب کی پناہ مانگتی تو تیرے لئے بہتر اور افضل ہوتا۔'' اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

....

۱۸۴) صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فی الادعیة ح ۲۷۲۳۔

۱۸۵) صحیح مسلم، کتاب القدر، باب بیان أن الآجال والأرزاق وغیرها، لا تزید ...... ح ۲۶۶۳۔

ابوالحسن انبالوی

جرابوں پر مسح اور آلِ دیوبند

مفتی تقی عثمانی دیوبندی نے کہا: ''جورب سوت یا اون کے موزوں کو کہتے ہیں۔''

(درسِ ترمذی ۱/ ۳۳٤)

خادم حسین شجاع آبادی دیوبندی لکھتے ہیں: ''موٹے کپڑے کی جورابیں بھی موزے کے حکم میں ہیں کیونکہ موزے کے لیے چمڑا شرط نہیں ہے اور موزے پر مسح کی روایات حد تواتر کو پہنچی ہیں۔'' (فضل الودود تقریر سنن ابی داود، ص ۱۱۹)

عبدالحق حقانی دہلوی دیوبندی لکھتے ہیں: ''اگر کوئی (خواہ سفر میں ہو خواہ حضر میں) پاؤں نہ دھوئے بلکہ جرابوں پر مسح کرلے تو یہ کافی ہے کیونکہ اس کا ثبوت نبی ﷺ سے بخوبی پہنچ گیا ہے بلکہ اکثر محدثین نے حدیث مسح کو متواتر گنا ہے۔ اصحاب ستہ اس کو روایت کرتے ہیں......'' (حقانی عقائد الاسلام، ص ۲۳۶، ادارہ اسلامیات لاہور۔ کراچی، تاریخ اشاعت جون ۱۹۸۸ء)

تنبیہ: ......حقانی عقائد الاسلام کے بارے میں محمد قاسم نانوتوی دیوبندی نے کہا: ''میں نے اول سے آخر تک دیکھی ہے۔ سچ ہے کہ ایسی کتاب اس زبان میں دیکھی نہ سنی مضمون کی خوبی مصنف کے کمال کی دلیل ہے۔''

انور شاہ کشمیری دیوبندی نے کہا: ''احقر نے مواضع کثیرہ سے مطالعہ کی ہے اپنے موضوع میں یہ کتاب بے نظیر ہے۔

مفتی کفایت اللہ دہلوی دیوبندی نے کہا: ''مصنف ممدوح کی وسعت نظر اور کمال فن اور تبحر علمی سے کتاب مذکور ایک نہایت عمدہ اور اعلیٰ درجہ کی کتاب قرار پائی اہل علم نے پسند کی اور اچھی اچھی تقریظیں لکھیں مقبول عام ہوئی اور مصنف کی زندگی میں متعدد مرتبہ چھپی۔''

(حقانی عقائد الاسلام ص ج)

ابوالاسجد محمد صدیق رضا

”مِنْ دُوْنِ اللّٰہ“ کا صحیح مفہوم

(قسط:۷)

۳: اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض نعمتوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

﴿یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰهِ یَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ﴾

”اے لوگو! تم پر جو اللہ کی نعمت ہے اس کو یاد کیا کرو، کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے جو تم کو آسمانوں اور زمین سے رزق دیتا ہے، اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں سو تم کہاں بھٹکتے پھر رہے ہو۔“

(فاطر:۳، ترجمہ از سعیدی صاحب تبیان القرآن ۹/ ۶۴۸)

کیا سیالوی صاحب اور ان کی فکر کے لوگ یہ کہہ سکتے ہیں کہ جی ہاں! اولیاء کرام وہ خالق ہیں جو رزق دیتے ہیں؟ اگر آپ کا جواب اثبات میں ہے تو سعیدی صاحب سے سن لیجیے کہ اس آیت کا فائدہ کیا ہے؟ لکھا ہے:

”اس آیت کا فائدہ یہ ہے کہ جب انسان کو یہ کامل یقین ہو جائے گا کہ اللہ کے سوا کوئی رازق نہیں ہے تو کسی بھی چیز کو طلب کرنے کے لیے اس کا دل اللہ کے غیر کی طرف متوجہ نہیں ہوگا، نہ وہ کسی کے سامنے جھکے گا۔“

(تبیان القرآن:۹/ ۶۵۳)

ایسی اور بھی کئی آیات پیش کی جا سکتی ہیں کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ”خالق“ ہونا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، اس کی صفات میں اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ کے علاوہ جن جن کی پوجا پاٹ و پرستش ہوتی ہے، جن جن کو مدد کے لیے پکارا جاتا ہے وہ

کچھ بھی تخلیق نہیں کر سکتے اور یہ تو خالق ہی کا حق ہے کہ اس سے دعا مانگی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

٤: ﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا﴾

''آپ فرمایئے کیا تم نے دیکھے ہیں اپنے شریک جنھیں تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا مجھے بھی تو دکھاؤ زمین کا وہ گوشہ جو انھوں نے بنایا ہے یا اُن کی کوئی شراکت ہو آسمانوں (کی تخلیق) میں یا ہم نے انھیں کوئی کتاب دی ہو اور وہ اس کے روشن دلائل پر عمل پیرا ہوں (کچھ بھی نہیں) بلکہ یہ ظالم ایک دوسرے کے ساتھ جھوٹے (دلفریب) وعدے کرتے رہتے ہیں۔''

(فاطر: ۴۰، ترجمہ از بھیروی صاحب، ضیاء القرآن ۴/ ۱۵۹)

قرآن مجید ہی سے ثابت ہوتا ہے کہ کفار ظالم مشرکوں نے اللہ کے پیارے و محبوب نیک بندوں کو اللہ تعالیٰ کے شریک بنا رکھا تھا، اس کے باوجود بلا کسی تخصیص و استثناء کے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ ''بتاؤ زمین کا کون سا گوشہ انھوں نے بنایا ہے یا آسمانوں کی تخلیق میں ان کا کوئی حصہ ہے''؟ ثابت کرتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی خالق نہیں۔ الغرض کہ سیالوی صاحب کا یہ دعویٰ کہ ''من دون اللہ'' میں صالحین داخل نہیں! بے دلیل و باطل ہے۔

اب آیئے سیالوی صاحب کے اس دعویٰ کی طرف کہ ''قرآن مجید ولی کی شان میں بیان کرتا ہے'' کیا سورہ نمل کی آیت: ۴۰ ''ولی'' کی شان میں ہے؟ یاد رہے کہ ہمارے ہاں ''ولی'' کسی نیک صالح غیر رسول آدمی کو کہا جاتا ہے جس نے سیّدنا سلیمان علیہ السلام کے ہاں یہ کہا تھا کہ پلک جھپکنے سے پہلے ملکہ سبا کا تخت حاضر کر دوں گا، اس آیت میں ہے: ﴿قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ﴾ ''کہا اس نے جس کے پاس کتاب کا علم تھا'' آیت میں

''الذی'' یعنی ''اس'' سے کون مراد ہے؟ آیا کوئی انسان؟ ان کے علامہ غلام رسول سعیدی صاحب نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا:

''جس شخص کے پاس کتاب کا علم تھا اس کا مصداق کون تھا۔ علامہ سیّد محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس، یزید بن رومانی، حسن بصری اور جمہور کا اتفاق ہے کہ وہ شخص آصف بن برخیا...... بنی اسرائیل میں سے تھا...... (روح المعانی......) اس شخص کے متعلق دیگر اقوال یہ ہیں: علامہ علی بن محمد ماوردی متوفی ۴۸۵۰ھ لکھتے ہیں:

(۱)...... یہ وہ فرشتہ تھا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کے ملک کو طاقت دی۔

(۲)...... حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر جو جن اور انس پر مشتمل تھا یہ اس کا کوئی فرد تھا۔

(۳)...... یہ خود سلیمان تھے اور انھوں نے عفریت من الجن سے فرمایا تھا۔ اس تخت کو تیری پلک جھپکنے سے پہلے لے آتا ہوں۔ (امام رازی نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔)

(۴)...... یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے علاوہ کوئی اور انسان تھا، اور اس میں پھر پانچ قول ہیں:

(ا) قتادہ نے کہا اس کا نام ملیخا تھا (ب) مجاہد نے کہا اس کا نام اسطوم تھا (ج) ابن رومان نے کہا وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا دوست تھا...... آصف بن برخیا تھا (د) زبیر نے کہا اس کا نام ذوالنور تھا وہ مصری تھے (ہ) ابن لھیعہ نے کہا وہ خضر تھے۔ (النکت والعیون ج ٤ ص ٢١٣، دارالکتب العلمیہ بیروت)'' (تبیان القرآن ٨/ ٦٩٠)

قرآن مجید میں یہ صراحت نہیں کہ یہ کس کا قول ہے؟ رہے مفسرین تو کتب تفسیر میں

مفسرین کے مختلف اقوال ہیں کسی نے کچھ اور کسی نے کچھ کہا، چار اقوال تو سعیدی صاحب نے بھی نقل کیے ہیں، آخر سیالوی صاحب کس بنیاد پر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ''ولی'' ہی تھا؟ خود سعیدی صاحب نے بھی آگے جا کر کچھ ایسا ہی لکھا ہے کہ وہ آصف بن برخیا تھا اور یہ بھی لکھا کہ:

''امام......ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: سعید بن جبیر حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ وہ شخص آصف بن برخیا تھے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے کاتب (سیکرٹری) تھے۔''

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج۹ص ۲۲۸۵ رقم الحدیث ۱۳۷۹۶......)

لیکن سعیدی صاحب نے یہ بتانا پسند نہیں کیا کہ اعمش مدلس ہیں اور یہ روایت ''عن'' سے بیان کی ہے اور بریلویہ کے مناظر عباس رضوی صاحب نے ایک روایت پر جرح کرتے ہوئے کہا:

''اس روایت میں ایک راوی امام اعمش ہیں جو کہ اگرچہ بہت بڑے امام ہیں لیکن مدلس ہیں اور مدلس راوی جب عن سے روایت کرے تو اس کی روایت بالاتفاق مردود ہوگی۔'' (واللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں، ص:۳۵۱)

اپنی ایک دوسری کتاب میں لکھا:

''اصول محدثین کے تحت مدلس کا عنعنہ غیر مقبول ہے۔''

(مناظرے ہی مناظرے ص:۲۴۹)

اسی طرح ان کے ''اعلیٰ حضرت'' احمد رضا خان صاحب نے لکھا:

''عنعنہ مدلس جمہور محدثین کے مذہب مختار و معتمد میں مردود و نامستند ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ ۵/ ۲۴۵ مطبوعہ لاہور)

الغرض! جب قرآن مجید میں صراحت نہیں کہ تخت لانے والا بنی آدم میں سے تھا اور حدیث یا قولِ صحابی رضی اللہ عنہ سے بھی ثابت نہیں۔ رہی تابعین کی تفسیر تو ان کے حکیم الامت نے

اپنے علامہ گولڑوی سے نقل کرتے ہوئے لکھا:

''رہی تفسیر قرآن تابعین یا تبع تابعین کے قول سے یہ اگر روایت سے تو معتبر ورنہ غیر معتبر۔'' (جاء الحق ص:۱۸ اضیاء الدین پبلی کیشنز، لاہور)

تو سیالوی یا سعیدی صاحب کا فاصلے ناپنے اور ۱۵۰۰ میں بتانے کا فائدہ؟ پھر ان کے ''صدر الفاضل'' نعیم الدین مرادآبادی صاحب نے تو اس آیت کی تفسیر میں لکھا:

''آصف نے عرض کیا آپ نبی ابن نبی ہیں اور جو رتبہ بارگاہ الٰہی میں آپ کو حاصل ہے یہاں کس کو میسر ہے آپ دعا کریں تو وہ آپ کے پاس ہی ہوگا آپ نے فرمایا تم سچ کہتے ہو اور دعا کی اسی وقت تخت زمین کے نیچے چل کر حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی کے قریب نمودار ہوا۔'' (خزائن العرفان ص:۶۸۴، حافظ کمپنی، لاہور)

ان کی اس تفسیر سے تو معلوم ہوا کہ تخت اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے وہاں پہنچایا چونکہ دعا قبول کرنے والی ذات اللہ ہی ہے۔ لہٰذا سیالوی صاحب کا اس آیت کو پیش کر کے یہ کہنا کہ ''ولیوں کا یہ مقام ہے کہ وہ پلک جھپکنے کے اندر پندرہ سو میل دور پڑے ہوئے تخت کو لاکر پیش کر سکتے ہیں'' غلط و بے دلیل ہے۔ پھر اس سے یہ استدلال کرنا کہ اولیاء کرام ''من دون اللہ'' یعنی ''اللہ کے علاوہ'' نہیں باطل تر ہے۔

شذرات الذهب

قنوتِ وتر میں ہاتھ اٹھانا؟

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے اسماعیل بن عُلَیَّہ سے پوچھا: کیا آپ نے اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو قنوت وتر میں ہاتھ اٹھاتے دیکھا ہے؟ انھوں نے فرمایا: نہیں۔ میں نے کہا: یونس (ابن عبید بن دینار العبدی) اور ایوب (السختیانی رحمۃ اللہ علیہما) بھی نہیں (اٹھاتے تھے؟) انھوں نے کہا: نہیں۔ (العلل ومعرفة الرجال، رواية الامام عبد الله بن احمد بن حنبل ۲/ ۳۸۲)

حافظ زبیر علیزئی رحمہ اللہ

انوار السنن فی تحقیقِ آثار السنن

(۲۵)

۲۹۹) وَ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ السَّلَمِيّ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((**إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ** .)) رَوَاهُ الشَّيْخَانِ .

اور ابو قتادہ السّلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو دو رکعتیں پڑھے۔''

قولِ راجح میں یہ رکعتیں پڑھنا سنتِ مؤکدہ اور مستحب ہے۔

عدمِ وجوب کے لئے دیکھئے سنن النسائی (۷۳۱)

۳۰۰) وَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ خَرَجَ رَجُلٌ بَعْدَ مَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ فَقَالَ: أَمَّا هٰذَا فَقَدْ عَصٰى أَبَا الْقَاسِمِ صلی اللہ علیہ وسلم ثُمَّ قَالَ أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِذَا كُنْتُمْ فِي الْمَسْجِدِ فَنُوْدِيَ بِالصَّلٰوةِ فَلَا يَخْرُجْ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُصَلِّيَ . رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ قَالَ الْهَيْثَمِيُّ رِجَالُهٗ رِجَالُ الصَّحِيْحِ .

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی مؤذن کے اذان دینے کے بعد (مسجد سے) باہر نکلا تو انھوں (سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: اس نے تو ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی ہے پھر فرمایا: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ اگر تم مسجد میں ہو پھر نماز کی اذان دی جائے تو کوئی آدمی بھی نماز پڑھنے سے پہلے (بغیر شرعی عذر کے) باہر نہ نکلے۔

اسے احمد (۲/ ۵۳۷) نے روایت کیا ہے اور ہیثمی نے (مجمع الزوائد ۲/ ۵ میں) کہا: اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

انوار السنن: اس کی سند ضعیف ہے۔

مسعودی مختلط اور شریک القاضی مدلس ہیں۔

بَابُ خُرُوْجِ النِّسَاءِ إِلَى الْمَسَاجِدِ

عورتوں کا مسجدوں کی طرف جانے کا بیان

(۳۰۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((إِذَا اسْتَأذَنَكُمْ نِسَاءُكُمْ بِاللَّيْلِ إِلَى الْمَسْجِدِ فَأْذَنُوْا لَهُنَّ.)) رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ إِلَّا ابْنَ مَاجَه .

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تمھاری عورتیں تم سے رات کو مسجد جانے کی اجازت مانگیں تو انھیں اجازت دے دو۔''

اسے سوائے ابن ماجہ کے ایک جماعت (بخاری: ۸۶۵، مسلم: ۴۴۲، ابوداود: لم أجده بهذا اللفظ ، ترمذی: لم أجده بهذا اللفظ ، نسائی ۲/ ۴۲ ح ۷۰۷، ابن ماجہ: ۱۶، احمد ۲/ ۸، ۹، ۱۴۰، ۱۵۱) نے روایت کیا ہے۔

(۳۰۲) وَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((لَا تَمْنَعُوْا إِمَاءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ وَ لْيَخْرُجْنَ تَفِلَاتٍ)) رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ أَبُوْ دَاوُدَ وَ ابْنُ خُزَيْمَةَ وَ إِسْنَادُهُ حَسَنٌ .

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی بندیوں (عورتوں) کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو اور انھیں بغیر زیب وزینت کے (اپنے گھروں سے) باہر نکلنا چاہیے۔''

اسے احمد (۲/ ۴۳۸) ابوداود (۵۶۵) اور ابن خزیمہ (۳/ ۹۰ ح ۱۶۷۹) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

انوار السنن: اس کی سند حسن ہے۔

اسے ابن حبان (موارد الظمآن ۳۲۷) نے صحیح قرار دیا ہے۔

(۳۰۳) وَ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((لَا تَمْنَعُوْا إِمَاءَ اللّٰهِ الْمَسَاجِدَ وَ لْيَخْرُجْنَ تَفِلَاتٍ.)) رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ الْبَزَّارُ وَ

الطَّبَرَانِيُّ وَ قَالَ الْهَيْثَمِيُّ إِسْنَادُهُ حَسَنٌ .

اور زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی بندیوں کو مسجدوں سے نہ روکو اور انھیں بغیر زیب و زینت کے باہر نکلنا چاہیے۔''

اسے احمد (۵/۱۹۲، ۱۹۳) بزار (کشف الاستار ۱/۲۲۲ ح ۴۴۵) اور طبرانی (المعجم الکبیر ۵/۳۲۸ ح ۵۲۳۹) نے روایت کیا ہے اور ہیثمی نے (مجمع الزوائد ۲/۳۲) میں کہا: اس کی سند حسن ہے۔

انوارالسنن: حسن۔

۳۰۴) وَ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: "لَوْ أَدْرَكَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ . " أَخْرَجَهُ الشَّيْخَانِ .

اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: عورتوں نے جو باتیں آج کل نکال لی ہیں (مثلاً زیب و زینت اور خوشبو کے ساتھ مسجدوں کو آنا) اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دیکھ لیتے تو عورتوں کو اس طرح مسجد سے منع کر دیا جاتا جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کر دیا گیا تھا۔

اسے شیخین (بخاری: ۸۶۹، مسلم: ۴۴۵) نے روایت کیا ہے۔

انوارالسنن: اس حدیث کے دو مفہوم ہیں:

اول: عورتیں اگر مسجد میں نماز پڑھیں تو زبردست پردے کا بندوبست کر کے بغیر خوشبو اور بغیر زیب و زینت کے مسجد میں مردوں سے علیحدگی اختیار کر کے نماز پڑھیں تا کہ کوئی بھی انھیں دیکھ نہ سکے۔

دوم: چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے زمانے کی عورتوں کو نہیں دیکھا، لہٰذا انھیں مسجد میں نماز پڑھنے سے منع بھی نہیں فرمایا۔ جو شخص اس اثر کے عموم سے استدلال کر کے تمام عورتوں کو مسجدوں میں نماز پڑھنے سے منع کرتا ہے اس کا استدلال صحیح نہیں ہے، پھر بیت اللہ کے حج اور مسجد نبوی کی زیارت کا کیا ہوگا؟

۳۰۵) وَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ((أَيُّمَا امْرَأَةٍ أَصَابَتْ

بُـخُـوْرًا فَلَا تَشْهَـدْ مَـعَـنَـا الْـعِشَـاءَ الْاٰخِرَةَ .)) رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَّ أَبُوْ دَاوُدَ وَ النِّسَائِيُّ .

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو عورت خوشبو لگائے تو ہمارے ساتھ عشاء کی نماز (مسجد میں) نہ پڑھے۔''

اسے مسلم (۴۴۴) ابوداود (۴۱۷۵) اور نسائی (۸/۱۵۴ ح۵۱۳۱) نے روایت کیا ہے۔

انوار السنن: یہ حدیث سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اثر کی بہترین تشریح ہے کہ ایسی حرکات کی مرتکب عورتوں کو مسجد سے روک دیا جاتا، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشبو لگا کر مسجد آنے سے عورتوں کو منع کیا ہے۔ (ندیم)

۳۰۶) وَ عَـنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سُوَيْدٍ رُ الْأَنْـصَـارِيِّ عَنْ عَمَّتِهٖ أُمِّ حُمَيْدٍ امْرَأَةِ أَبِيْ حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ رضی اللہ عنہا أَنَّهَا جَاءَ تِ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَـقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ أُحِـبُّ الصَّلٰوةَ مَعَكَ قَالَ: ((**قَدْ عَلِمْتُ أَنَّكِ تُحِبِّيْنَ الصَّلٰوةَ مَعِيْ وَ صَلٰوتُكِ فِيْ بَيْتِكَ خَيْرٌ لَّكِ مِنْ صَلٰوتِكِ فِيْ دَارِكِ وَ صَلٰوتُكِ فِيْ دَارِكِ خَيْرٌ لَّكِ مِنْ صَلٰوتِكِ فِيْ مَسْجِدِيْ**)) قَـالَ: فَأَمَرَتْ فَبُنِيَ لَهَا مَسْجِدٌ فِيْ أَقْصٰى شَيْءٍ مِّنْ بَيْتِهَا وَ اَظْلَمِهٖ فَكَانَتْ تُصَلِّيْ فِيْهِ حَتّٰى لَقِيَتِ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ . رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ إِسْنَادُهُ حَسَنٌ .

عبداللہ بن سوید الانصاری (رحمہ اللہ) سے روایت ہے، وہ اپنی پھوپھی اُم حمید رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں جو ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو کہا: یارسول اللہ! میں آپ کے ساتھ نماز پڑھنا پسند کرتی ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''مجھے علم ہے کہ تم میرے ساتھ نماز پڑھنا پسند کرتی ہو، اور تمھاری نماز (گھر کے بیرونی) کمرے (بیٹھک) کے مقابلے میں گھر (کے اندرونی کمرے) میں بہتر ہے اور کھلے گھر (کے صحن) کے مقابلے میں (بیرونی) کمرے میں بہتر ہے اور میری اس مسجد کے مقابلے میں تمھاری نماز کھلے گھر یعنی اس کے صحن میں بہتر ہے۔'' پھر انھوں نے حکم دیا تو گھر کے دُور والے اور تاریک کونے میں ان کے لئے مسجد بنا دی گئی، پھر وہ (اپنی وفات تک) اس میں نماز پڑھتی رہیں حتیٰ کہ

اللہ عزوجل سے جاملیں۔

اسے احمد (۶/ ۳۷۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

انوار السنن: اس کی سند حسن ہے۔

اسے ابن خزیمہ (۳/ ۹۵ ح ۱۶۸۹) اور ابن حبان (موارد الظمآن: ۳۲۸) نے صحیح قرار دیا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کی نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے، لہٰذا اس سے یہ مراد لینا کہ عورت مسجد نہیں جاسکتی، اس کے لیے ممنوع ہے، قطعاً باطل و مردود ہے۔ (ندیم)

۳۰۷) وَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: مَا صَلَّتِ امْرَأَةٌ خَيْرٌ لَّهَا مِنْ قَعْرِ بَيْتِهَا إِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ أَوْ مَسْجِدَ النَّبِيِّ ﷺ إِلَّا امْرَأَةٌ تَخْرُجُ فِي مَنْقَلَيْهَا يَعْنِيْ خُفَّيْهَا. رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِى الْكُبِيْرِ وَ قَالَ الْهَيْثَمِيُّ رِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيْحِ.

اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کسی عورت نے بھی اپنے گھر کے چھپے ہوئے حصے سے بہتر کسی جگہ میں نماز نہیں پڑھی، سوائے مسجدِ حرام یا مسجد النبی ﷺ کے، اِلا یہ کہ وہ عورت (پاؤں میں) چمڑے کے موزے پہن کر نکلے۔

اسے طبرانی نے الکبیر (۹/ ۳۳۹ ح ۹۴۷۱، ۹۴۷۲) میں روایت کیا ہے اور ہیثمی نے (مجمع الزوائد ۲/ ۳۴ میں) کہا: اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

انوار السنن: حسن۔

یعنی عورت کو باقاعدہ پردے کے اہتمام کے ساتھ نماز ادا کرنی چاہیے، اس کا گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے اور مساجد میں بھی جائز ہے۔

۳۰۸) وَ عَنْهُ قَالَ كَانَ الرِّجَالُ وَ النِّسَاءُ مِنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ يُصَلُّوْنَ جَمِيْعًا فَكَانَتِ الْمَرْأَةُ إِذَا كَانَ لَهَا خَلِيْلٌ تَلْبَسُ الْقَالِبَيْنِ لَطُوْلُ بِهَا لِخَلِيْلِهَا فَالْقَى اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِنَّ الْحَيْضَ فَكَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ يَّقُوْلُ أَخْرِجُوْهُنَّ مِنْ

حَيْثُ أَخْرَجَهُنَّ اللّٰهُ قُلْنَ مَا الْقَالِبَيْنِ قَالَ رَفِيْضَتَيْنِ مِنْ خُشُبٍ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَ قَالَ الْهَيْثَمِيُّ رِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيْحِ .

اور انھی (سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل کے مرد اور عورتیں اکٹھے نماز پڑھتے تھے، پھر اگر کسی عورت کا کوئی (پسندیدہ شخص) دوست ہوتا تو دو قالبین (ایڑی والی جوتی) پہنتی تھی تا کہ اپنے یار کے سامنے لمبی ہو کر ظاہر ہو، پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر حیض کی بیماری مسلط کر دی، پھر ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: جہاں سے اللہ نے انھیں نکال دیا ہے تم بھی انھیں وہاں سے نکال دو۔ ہم نے پوچھا: قالبین کسے کہتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا: لکڑی کے بنے ہوئے دو جوتوں کو کہتے ہیں یعنی کھڑاویں یا ایڑی والی۔

اسے طبرانی نے (المعجم) الکبیر (۹/۳۴۲ ح ۹۴۸۴) میں روایت کیا ہے اور ہیثمی نے (مجمع الزوائد ۲/۳۵ میں) کہا: اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

انوار السنن: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس میں دو مدلس راوی ہیں: سفیان ثوری (تقدم: ۲۰۹) اور اعمش (تقدم: ۴۲) اور دونوں عن سے روایت کر رہے ہیں، لہٰذا حافظ ہیثمی کا قول "رجالہ رجال الصحیح" یہاں ذرہ برابر بھی مفید نہیں ہے۔

۳۰۹) وَعَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ أَنَّهُ رَأَى عَبْدَاللّٰهِ يُخْرِجُ النِّسَاءَ مِنَ الْمَسْجِدِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَ يَقُوْلُ: أُخْرُجْنَ إِلَى بُيُوْتِكُنَّ خَيْرٌ لَّكُنَّ . رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَ قَالَ الْهَيْثَمِيُّ رِجَالُهُ مُوَثَّقُوْنَ .

اور ابو عمرو الشیبانی (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ انھوں نے عبد اللہ (بن مسعود رضی اللہ عنہ) کو دیکھا کہ جمعہ کے دن عورتوں کو مسجد سے نکال دیتے تھے اور فرماتے: اپنے گھروں کو جاؤ، وہ تمھارے لیے بہتر ہیں۔

اسے طبرانی نے الکبیر (۹/۳۴۰ ح ۹۴۷۵) میں روایت کیا ہے اور ہیثمی نے (مجمع الزوائد ۲/۳۵ میں) کہا: اس کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے۔

انوار السنن: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس روایت میں ابو اسحاق السبیعی زبردست قسم کے مدلس ہیں۔ (تقدم: ۹۹)

اور یہ روایت معنعن ہے۔

تنبیہ: اگر عورتیں شرعی حدود نظر رکھیں، خوش بو کا استعمال نہ کریں، زیب و زینت سے مکمل اجتناب کر کے عام سادہ کپڑوں میں پردے کے ساتھ مسجد میں جا کر نماز پڑھیں تو جائز ہے، بشرطیکہ مردوں سے علیحدہ دور ہوں، مثلاً: مسجد کی دوسری چھت پر یا مردوں سے علیحدہ کمرے یا خیمے میں بلکہ جمعہ کے دن تو عورتوں کا مسجد میں نماز پڑھنا بہتر ہے تاکہ دین کی باتیں سیکھیں اور خطبہ سنیں۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ وہ مرفوع حدیث سنائی جس میں آیا ہے کہ عورتوں کو مسجدوں میں رات کے وقت نماز پڑھنے سے منع نہ کرو تو ان کے ایک بیٹے نے کہا: ہم تو انھیں منع کریں گے ورنہ وہاں خفیہ یاریاں بنائیں گی۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا: میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور تو کہتا ہے کہ ہم منع کریں گے۔ (صحیح مسلم: ۴۴۲)

ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے اس کے سینے پر مکا مارا۔ (مسند احمد ۲/ ۴۳ وسندہ صحیح)

ایک اور روایت میں ہے کہ پھر عبداللہ رضی اللہ عنہ نے وفات تک اس سے بات نہیں کی، یعنی کلام کرنا چھوڑ دیا۔ (مسند احمد ۲/ ۳۶ وسندہ حسن)

اَبْوَابُ صِفَةِ الصَّلٰوةِ

نماز کے طریقے کے ابواب

بَابُ افْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ بِالتَّكْبِيْرِ

تکبیر (اللہ اکبر) کے ساتھ نماز شروع کرنے کا باب

۳۱۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم ((إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَأَسْبِغِ الْوُضُوْءَ ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ .)) رَوَاهُ الشَّيْخَانِ .

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تو نماز کے لئے کھڑا ہو (یعنی نماز کا ارادہ کرے) تو اچھی طرح پورا وضو کر، پھر قبلے کی طرف رُخ کر، پھر تکبیر (اللہ اکبر) کہہ۔''
اسے شیخین (بخاری: ۶۲۵۱، مسلم: ۳۹۷) نے روایت کیا ہے۔

انوار السنن:

۱: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز شروع کرنے میں تکبیر کہنا فرض ہے، اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ اس حدیث اور دوسری احادیثِ صحیحہ کے مقابلے میں بعض حنفی نما حضرات کہتے ہیں کہ تکبیر فرض نہیں بلکہ اللہ اجل (اور) اللہ اعظم (وغیرہ) کے کہنے سے نماز کا فریضہ تو ادا ہو جائے گا۔ دیکھئے توضیح السنن (۱/۵۳۳)

حالانکہ ایسا کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام، تابعین عظام اور امام ابو حنیفہ سے بھی ثابت نہیں ہے۔ ضعیف و مردود روایات کسی شمار و قطار میں نہیں ہیں۔ نیز دیکھئے حدیث: ۳۱۲

۳۱۱) وَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَّهُ قَالَ: ((**مِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ الطُّهُوْرُ وَ تَحْرِيْمُهَا التَّكْبِيْرُ وَ تَحْلِيْلُهَا التَّسْلِيْمُ**)). رَوَاهُ الْخَمْسَةُ إِلَّا النَّسَائِيَّ وَ فِيْ إِسْنَادِهِ لِيْنٌ.

اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نماز کی چابی طہارت ہے اور اس کی تحریم تکبیر ہے اور اسے حلال کرنے والا اسلام ہے۔'' اسے جماعت (ابو داود: ۶۱، سنن الترمذی: ۳، ابن ماجہ: ۲۷۵ وسندہ حسن) نے روایت کیا ہے، سوائے نسائی کے اور اس کی سند میں ''لین'' ہے۔

انوار السنن: حسن۔

۱: تکبیر تحریمہ کہنے سے آدمی نماز میں داخل ہو جاتا ہے اور تمام دنیاوی اُمور اس حالت میں حرام و ممنوع ہو جاتے ہیں۔

۲: سلام پھیرنے کے بعد آدمی نماز سے باہر نکل جاتا ہے اور دنیاوی اُمور مباح و حلال

ہوجاتے ہیں۔

۳۱۲) وَ عَنْ أَبِي حُمَيْدِ ݜ السَّاعِدِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَ قَالَ: ((اَللّٰهُ أَكْبَرُ.)) رَوَاهُ ابْنُ مَاجَه وَ إِسْنَادُهُ حَسَنٌ .

اور ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو قبلے کی طرف رُخ کرتے اور رفع یدین کرتے اور فرماتے: ''اللہ اکبر۔''

اسے ابن ماجہ (۸۰۳) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

انوار السنن: اس کی سند حسن لذاتہ ہے۔

اسے ابن حبان (۴۴۲) وغیرہ نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔ (نیز دیکھئے حدیث: ۳۱۶، ۳۹۳) اور اس کے بہت سے شواہد ہیں جن کے ساتھ صحیح ہے۔ اس صحیح حدیث سے تکبیر کا تعین اللہ اکبر سے ہوگیا، لہٰذا جو لوگ کہتے ہیں کہ اللہ اجل وغیرہ کہنا بھی جائز ہے، اُن کا قول باطل ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ فارسی زبان میں بھی تکبیر (خدائے بزرگ است) کہنا جائز ہے۔ یہ قول نہ تو امام ابوحنیفہ سے ثابت ہے اور نہ کسی مستند عالمِ دین سے اور اسی طرح یہ بھی باطل ہے کہ امام ابوحنیفہ نے آخری عمر میں اس قول سے رجوع کر لیا تھا۔ قول اور رجوع دونوں ثابت نہ ہونے کی وجہ سے مردود ہیں اور امام ابوحنیفہ ایسی باتوں سے بری ہیں۔ رحمہ اللہ

۳۱۳) وَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ قَالَ: مِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ التَّكْبِيْرُ وَ إِنْقِضَاؤُهَا التَّسْلِيْمُ . رَوَاهُ أَبُوْ نُعَيْمٍ فِيْ كِتَابِ الصَّلٰوةِ وَ قَالَ الْحَافِظُ: فِى التَّلْخِيْصِ وَ إِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ .

اور عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نماز کی چابی تکبیر ہے اور اس کا اختتام سلام ہے۔

اسے ابونعیم (الفضل بن دکین الکوفی) نے کتاب الصلوٰۃ (۲) میں روایت کیا ہے۔

اور حافظ (ابن حجر) نے التلخیص (الحبیر ۱/۲۱۲) میں کہا: اور اس کی سند صحیح ہے۔

امام بیہقی (۲/۱۶، ۱۷۳۔۱۷۴) نے صحیح سند کے ساتھ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا: "مفتاح الصلوٰۃ الطھور واحرامھا التکبیر وانقضاء ھا التسلیم" نماز کی چابی طہارت (وضو) ہے اس کا احرام تکبیر اور اختتام سلام ہے۔ اس کی سند صحیح ہے اور امام بیہقی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ (دیکھئے السنن الکبریٰ ۱/۱۷۴)

بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ تَكْبِيْرَةِ الْإِحْرَامِ وَ بَيَانُ مَوَاضِعِهِ

تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کا بیان اور (اس میں) ہاتھ اٹھانے کا مقام

۳۱۴) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ . رَوَاهُ الشَّيْخَانِ .

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو اپنے دونوں کندھوں تک رفع یدین کرتے تھے۔

اسے شیخین (بخاری: ۷۳۵، مسلم: ۳۹۰) نے روایت کیا ہے۔

انوار السنن:

۱: اس حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دونوں کندھوں تک رفع یدین کرتے تھے۔ (صحیح بخاری: ۷۳۵، صحیح مسلم: ۳۹۰)

۳۱۵) وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رضی اللہ عنہ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ كَانَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ كَبَّرَ وَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ إِلٰى اٰخِرِ الْحَدِيْثِ . رَوَاهُ الْخَمْسَةُ وَ صَحَّحَهُ أَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِيُّ .

اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب فرض نماز میں کھڑے

ہوتے (تو) تکبیر کہتے اور دونوں کندھوں تک رفع یدین کرتے تھے۔ اور آخر تک حدیث بیان کی۔

اسے پانچوں (ابوداود: ۷۶۱، ۷۴۴، ترمذی: ۳۴۲۳، ابن ماجہ: ۸۶۴، نسائی: ؟ لم أجده بھذا اللفظ، احمد ۱/ ۹۳) نے روایت کیا ہے اور احمد و ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔

انوار السنن: اس کی سند حسن ہے۔

اس میں ایک راوی عبدالرحمٰن بن ابی الزناد حسن الحدیث ہیں۔ قولِ راجح میں جمہور محدثین نے اُن کی توثیق کی ہے اور باقی سند صحیح ہے۔

اس حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ رکوع سے پہلے، رکوع کے بعد اور دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہونے پر دونوں کندھوں تک رفع یدین کرتے تھے اور حالتِ قعود (تشہد، جلسہ بین السجدتین اور جلسۂ استراحت کی حالت) میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب نور العینین فی اثبات مسئلہ رفع الیدین

۳۱۶) وَعَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ۔ الْحَدِيْثَ. أَخْرَجَهُ الْخَمْسَةُ إِلَّا النَّسَائِيَّ وَ صَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ.

اور ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے (تو) رفع یدین کرتے تھے حتیٰ کہ آپ کے دونوں ہاتھ آپ کے کندھوں کے برابر ہو جاتے تھے۔ آگے حدیث بیان کی۔

اسے نسائی کے علاوہ پانچوں (ابوداود: ۷۳۰، ترمذی: ۳۰۴، ابن ماجہ: ۱۰۶۱، احمد ۵/ ۴۲۴) نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے صحیح کہا ہے۔

انوار السنن: اس کی سند حسن لذاتہ ہے۔

نیز دیکھئے حدیث سابق: ۳۱۲ اور ۳۹۳

ابوالحسن انبالوی

ظہور احمد حضروی کی دروغ گوئی یا ہیرا پھیری

الحمد للّٰہ رب العالمین و الصلوۃ و السلام علیٰ رسول الامین ، أما بعد:

ظہور احمد دیوبندی نے اپنی موروثی ہیرا پھیری سے محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا تناقض بنانے کی کوشش کی ہے، چنانچہ لکھتا ہے: ''طلحہ بن عمرو کی ایک ہی روایات کبھی صحیح اور کبھی ضعیف ...... ڈاکٹر شفیق الرحمن غیر مقلد نے ''سنن ابن ماجہ'' سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس قدر یہودی سلام اور آمین سے چڑتے ہیں، اتنا کسی اور چیز سے نہیں چڑتے۔ پس تم کثرت سے آمین کہنا۔''

(نماز نبوی، ص ۱۵۳)

اس حدیث کی تخریج میں زبیر علی زئی نے لکھا ہے: اسے امام ابن خزیمہ: ۱/ ۲۸۸، حدیث: ۵۷۴، ۳/ ۳۸، حدیث ۱۵۸۵ اور بوصیری نے صحیح کہا ہے۔

(تخریج نماز نبوی، ص ۱۰۳، حاشیہ نمبر ۴)

جبکہ اس کے برعکس یہی حدیث جب مولانا صادق سیالکوٹی غیر مقلد نے نقل کی تو زبیر علی زئی نے اس کی تخریج میں لکھا ہے: اس کی سند طلحہ بن عمرو کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔ (تسہیل الوصول، ص ۱۶۵، حاشیہ نمبر ۴)'' (تناقضات......ص ۶۵)

تجزیہ:

ہم ظہور دیوبندی کی عبارت کا ترتیب وار جائزہ لیں گے جس سے قارئین کو اندازہ ہو گا کہ حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کا تناقض بنانے کے لیے ظہور دیوبندی کو کتنے جھوٹوں اور ہیرا پھیریوں کا سہارا لینا پڑا ہے۔

(1) نماز نبوی میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا تذکرہ نہیں ہے۔ یہ ظہور کی کذب بیانی ہے۔

(2) اپنے اس جھوٹ کو چھپانے کے لیے ہیرا پھیری کا سہارا یوں لیا کہ تخریج میں سے سنن ابن ماجہ کا حوالہ غائب کر دیا جو حدیث:۸۵۶ کے طور پر موجود ہے۔

(3) ظہور احمد اگر یہ حوالہ غائب نہ کرتا تو پھر تناقض نہیں بنا سکتا تھا۔ کیونکہ حدیث: ۸۵۶۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اور اس کی سند میں طلحہ بن عمرو قطعاً نہیں ہے اور اسی حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح قرار دیا ہے اور صحیح ابن خزیمہ کی سند میں بھی طلحہ بن عمرو نہیں ہے۔

(4) شیخ محترم رحمۃ اللہ علیہ نے تسہیل الوصول میں سنن ابن ماجہ کی جس روایت کو طلحہ بن عمرو کی وجہ سے سخت ضعیف قرار دیا ہے، اس کا رقم الحدیث: ۸۵۷ اور نماز نبوی میں جسے صحیح قرار دیا، اس کا رقم الحدیث: ۸۵۶ ہے۔ دو علیحدہ علیحدہ حدیثوں کو ایک باور کرانا، ظہور دیوبندی کی واضح ہیرا پھیری ہے۔

(5) شیخ محترم رحمۃ اللہ علیہ تسہیل الوصول (ص ۱۷۴، حاشیہ: ۴) میں رقم طراز ہیں:

"سنن ابن ماجه اقامة الصلوة : باب الجهر بآمين، حديث ۸۵۷۔ اس کی سند طلحہ بن عمرو کی وجہ سے سخت ضعیف ہے لیکن سنن ابن ماجہ میں ہی اس کا صحیح شاہد موجود ہے۔ (۸۵٦، و صححه البوصيري)

حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ عبارت سے واضح ہو جاتا ہے کہ انھوں نے طلحہ بن عمرو کی ایک ہی سند کو کبھی صحیح اور کبھی ضعیف نہیں کہا بلکہ دو علیحدہ سندوں پر علیحدہ علیحدہ حکم لگائے ہیں۔

(6) سنن ابن ماجہ جو دار السلام، الریاض سے عربی میں چھپی ہوئی ہے اس میں بھی ان دو روایتوں پر شیخ محترم رحمۃ اللہ علیہ کا حکم بالترتیب درج ذیل ہے:

❀ رقم الحدیث: ۸۵٦، اسنادہ صحیح (سنن ابن ماجہ، ص ۱۴۹) اور یہی حدیث نماز نبوی میں ہے۔

❀ رقم الحديث: ۸۵۷، اسناده ضعيف جدًا، و قال البوصيري: هذا اسناد

ضعیف لاتفاقھم علی ضعف طلحه بن عمرو۔ (سنن ابن ماجه، ص ۱٤۹) اور یہی روایت تسہیل الوصول میں مذکور ہے۔

(7) ہمارے پیش نظر نماز نبوی کا جدید ایڈیشن ہے اس کی تخریج میں لکھا ہوا ہے: ''(صحیح) سنن ابن ماجه، واقامة الصلوات، باب الجهر بآمین، حدیث: ۸۵٦، و سنده صحیح، امام ابن خزیمه، ۵۷٤، ۱۵۸۵ اور بوصیری نے اسے صحیح کہا ہے۔

(8) چونکہ ان دونوں کتابوں کے آخر میں محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کے دستخط نہیں اور نہ انھیں مکتبہ اسلامیہ نے شائع کیا ہے، لہٰذا اصولاً ان کتابوں کے حوالے شیخ محترم رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف پیش نہیں کیے جا سکتے۔ دیکھیے: ماہنامہ اشاعۃ الحدیث، شمارہ: ۹۴ ص ٦۔۹

قارئین کرام! ہماری اس تحریر سے واضح ہو جاتا ہے کہ آلِ دیوبند کس طرح اہل حدیث دشمنی میں خیانت، کذب بیانی اور ہیرا پھیری سے سادہ لوح عوام کو گمراہ کرنے کے درپے ہیں۔

تین اہم موقعوں کی دعا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس مجلس میں بھی بیٹھتے، قرآن کی تلاوت کرتے (یا) کوئی سی نماز پڑھتے تو ان کلمات کے ساتھ اختتام فرماتے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا خیال ہے، آپ جب بھی کسی مجلس میں بیٹھتے ہیں، قرآن کی تلاوت کرتے ہیں (یا) کوئی سی نماز پڑھتے ہیں تو انھی کلمات کے ساتھ اختتام کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''جی ہاں، جو شخص (اس دوران میں) خیر و بھلائی کی بات کہتا ہے تو اس کے لیے اس خیر و بھلائی پر مہر لگا دی جاتی ہے اور جو کوئی بری بات کہتا ہے تو اس کے لیے (یہ کلمات) کفارہ بن جاتے ہیں۔''

((سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ))

(السنن الکبریٰ للنسائی: 10067، وسنده صحیح)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

بے گناہ کا قتل حرام ہے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّلَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا﴾

''جس نے کسی (بے گناہ) مومن کو جان بوجھ کر قتل کیا تو اس کا ٹھکانا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اس (قاتل) پر اللہ کا غضب ہوا، اللہ نے اس پر لعنت کی اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔'' (٤/ النساء: ٩٣)

اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کی یہ نشانی بھی بیان فرمائی ہے کہ وہ اس جان کو ناحق قتل نہیں کرتے جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔ دیکھئے سورۃ الفرقان (٦٨)

رب العالمین کا ارشاد ہے:

﴿اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ﴾

''کہ جس نے بدلۂ قتل یا زمین میں فساد کے بغیر کسی جان کو قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کیا۔'' (٥/ المائدہ: ٣٢)

نبی کریم ﷺ نے ہلاک و تباہ کرنے والے سات کبیرہ گناہوں میں ناحق قتل کو بھی شمار کیا ہے۔ دیکھئے صحیح بخاری (٢٧٦٦) اور صحیح مسلم (٨٩)

بلکہ یہ اکبر الکبائر (کبیرہ گناہوں) میں سے ہے۔ (دیکھئے صحیح البخاری: ٦٦٧٥)

ہر مسلمان کا خون، مال اور عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔

(صحیح مسلم: ٢٥٦٤، دارالسلام: ٦٥٤١)

جب دو مسلمان ایک دوسرے کو (ناحق) قتل کرنے کے لئے آمنے سامنے آ جائیں تو رسول اللہ ﷺ نے قاتل اور مقتول دونوں کو جہنمی قرار دیا ہے۔ پوچھا گیا کہ مقتول کیوں

جہنمی ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

((إِنَّهُ كَانَ حَرِيصًا عَلٰى قَتْلِ صَاحِبِهٖ.))

''وہ اپنے ساتھی (مسلمان بھائی) کو قتل کرنا چاہتا تھا۔''

(صحیح بخاری : ۳۱، صحیح مسلم : ۲۸۸۸)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَزَوالُ الدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ .))

''کسی مسلمان کے (بے گناہ) قتل سے اللہ کے نزدیک ساری دنیا کا خاتمہ اور تباہی کمتر ہے۔'' (سنن الترمذی: ۱۳۹۵ ، وسندہ حسن، عطاء العامری وثقه ابن حبان والحاکم ٤/ ١٥١ ، ١٥٢ ، والذہبی فهو حسن الحدیث)

نبی ﷺ نے فرمایا: مقتول قیامت کے دن قاتل کو پیشانی اور سر سے پکڑے ہوئے (اللہ تعالیٰ کے پاس) آئے گا اور اس کے زخموں سے خون بہہ رہا ہوگا، وہ کہے گا: اے میرے رب! اس نے مجھے کیوں قتل کیا تھا؟ حتیٰ کہ وہ اسے پکڑے ہوئے عرش کے قریب لے جائے گا۔ (سنن الترمذی : ۳۰۲۹ وقال: " هذا حديث حسن " وسنده صحیح ، اضواء المصابیح : ٣٤٦٥)

اسلام ایسا دینِ فطرت ہے کہ ذِمی کافروں کے حقوق کا بھی خیال رکھتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرَحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ .))

جس نے کسی معاہدہ کرنے والے (ذمی کافر یا وہ کافر جس کے ساتھ مسلمانوں کا معاہدہ ہے) کو قتل کیا تو وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھے گا۔

(صحیح بخاری : ٣١٦٦)

نبی کریم رحمت للعالمین ﷺ کا ارشاد ہے:

((كُلُّ ذَنْبٍ عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَّغْفِرَهُ إِلاَّ الرَّجُلُ يَقْتُلُ الْمُؤْمِنَ مُتَعَمِّدًا أَوِ الرَّجُلُ يَمُوْتُ كَافِرًا .))

''قریب ہے کہ اللہ ہر گناہ معاف کر دے سوائے اس آدمی کے جس نے جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کیا یا وہ آدمی جو کافر مرتا ہے۔'' (سنن النسائی : ٣٩٨٩ وسنده صحيح ، عمدة المساعی فی تحقیق سنن النسائی ، قلمی ج ٢ ص ٣٩٨)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَّقِتَالُهُ كُفْرٌ .))

''مسلمان کو گالی دینا فسق (کبیرہ گناہ) ہے اور اس سے قتل وقتال کرنا کفر ہے۔'' (صحيح بخاری : ٤٨ ، صحيح مسلم : ٦٤)

پیارے نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

((اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ ، وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ .))

''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جو اللہ کی منع کردہ چیزوں سے دور رہے۔''

(صحيح بخاری : ١٠ ، صحيح مسلم: ٤٠)

کتنے افسوس کا مقام ہے! کہ قرآن و حدیث کے ان دلائل کے باوجود اسلام کا دعویٰ رکھنے والے لوگ ایک دوسرے کو ناحق قتل کر رہے ہیں۔ کیا انھیں اللہ کی پکڑ کا کوئی ڈر نہیں ہے؟

☆......☆......☆

محمد قاسم برہ زئی

فہرست مضامین ماہنامہ ''اشاعۃ الحدیث'' ۲۰۱۳ء

شمارہ: ۱۱۳ جنوری ۲۰۱۴ء

شمارہ: ۱۱۴ فروری ۲۰۱۴ء

شمارہ: ۱۱۵ مارچ ۲۰۱۴ء

شمارہ: ۱۱۶ اپریل ۲۰۱۴ء

شمارہ: ۱۱۷ مئی ۲۰۱۴ء

شمارہ: ۱۱۸ جون ۲۰۱۴ء

شمارہ:۱۱۹ جولائی ۲۰۱۴ء

شمارہ:۱۲۰ اگست ۲۰۱۴ء

شمارہ:۱۲۱ ستمبر ۲۰۱۴ء

شمارہ:۱۲۲ اکتوبر ۲۰۱۴ء

شمارہ: ۱۲۳ نومبر ۲۰۱۴ء

تنبیہ: دسمبر ۲۰۱۴ء (اشاعۃ الحدیث: ۱۲۴) کی فہرست کے لئے دیکھئے یہی شمارہ (ص ۱)

www.ircpk.com

Monthly AlHadith Hazro

ہمارا عزم

- قرآن وحدیث اور اجماع کی برتری
- صحابہ، تابعین، تبع تابعین، محدثین اور تمام ائمہ کرام سے محبت سے استدلال اور ضعیف و مردود روایات سے کلی اجتناب
- علمی، تحقیقی و معلوماتی مضامین اور انتہائی شائستہ زبان متانت کے ساتھ بہترین و با دلائل رد
- دینِ اسلام اور مسلک اہل الحدیث کا دفاع
- سلف صالحین کے متفقہ فہم کا پرچار
- صحیح وحسن روایات
- اتباع کتاب وسنت کی طرف والہانہ دعوت
- مخالفین کتاب وسنت اور اہل باطل پر علم و
- اصولِ حدیث اور اسماء الرجال کو مدنظر رکھتے ہوئے اشاعت الحدیث
- قرآن وحدیث کے ذریعے اتحادِ امت کی طرف دعوت

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ ''الحدیث'' حضرو کا بغور مطالعہ کر کے اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید فرمائیں، ہر مخلصانہ اور مفید مشورے کا قدر وتشکر

www.zubairalizai.com alhadith_hazro2006@yahoo.com